آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۲ء ۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۰ ہجری | نمبر ۸

چندہ سالانہ — عوام سے عہ طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۳۰ اگست سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیحیوں کا آنیوالا مسیح

مسلمانوں میں بے شک بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو ایک خونی مہدی کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں اور خود ہندوستان کے کئی مولوی اور درویش خود بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک مہدی پیدا ہوگا جو تلوار کے ساتھ روئے زمین کے تمام کفار کو قتل کرے گا اور صرف ایسے لوگ ہی اُس کی اور اُس کے جرنیلوں کی تلوار کی ضرب سے بچیں گے جو اپنی جانوں کو بچانے کے لیئے اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اُس کی تلوار نہ صرف عام کفار پر چلیگی بلکہ دنیا کی جسقدر غیر مُسلم سلطنتیں ہیں اُن کے بادشاہ بھی پا بہ زنجیر اُس مہدی کے سامنے لائے جائیں گے اور جب سے کہ مسلمانوں کی ظاہری حشمت میں اُنکی شامت اعمال کی وجہ سے زوال شروع ہوا ہے اور ان کی سلطنتیں اُن کے ہاتھ سے نکلنی شروع ہوئی ہیں تب سے اِن خیالات کی اشاعت کثرت سے شروع ہوئی ہے اور جوں جوں وہ غیر مُسلم قوموں کو بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنی حالت کے روز افزوں ضعف کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے اندر کوئی سکت اور طاقت نہیں پاتے کہ اپنی بگڑی ہوئی حالت میں کوئی اصلاح

کر سکیں تو وہ اس خام خیال کے ساتھ اپنے تئیں تسلی دیتے ہیں کہ عنقریب مہدی کی تلوار زمین پر چمکے گی اور کُل کفار کا نام و نشان مٹا کر ہماری سلطنت کو کُل روئے زمین پر قائم کر دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب افریقہ کے کسی صحراء میں یا عرب کے کسی ریگستان میں کوئی شخص تلوار لے کر اُٹھتا اور اپنے تئیں مسلمانوں کا موہوم مہدی ظاہر کرتا ہے تو ہزاروں اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور لاکھوں دل سے اُس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اُس سے اُسکی مہدویت کا کوئی نشان طلب نہیں کیا جاتا اُس کی مہدویت کا یہی کافی ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ اُس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے اور اُس نے کفار قوموں کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ لیکن جب اُن کا مہدی ناکام مر جاتا ہے اور اُن کی کوئی اُمید پوری نہیں ہوتی تو اُس وقت خجالت سے سر جھکا لیتے ہیں۔ جن دنوں میں افریقہ میں سوڈانی مہدی کا چرچا تھا اُس وقت ہندوستان کے مسلمانوں میں سے بہت سے دل اُس کے ساتھ تھے چنانچہ اُس وقت کی چھپی ہوئی ایک کتاب اقتراب الساعہ میں مہدی سوڈانی کے ایک جرنیل کی ایک چِٹھی چھپی تھی۔ یہ کتاب دراصل نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف ہے (جن کو قریب تھا کہ کئی مسلمان چودھویں صدی کا مجدد مان لیتے اگر خدائے تعالیٰ اُن کو اس سے پہلے ہی نہ اُٹھا لیتا) مگر اُن کے بیٹے کے نام پر شائع ہوئی تھی۔ سوڈانی مہدی کی چِٹھی (جسکو مصنف اقتراب الساعہ نے اپنی کتاب میں شائع کیا) کے آخری الفاظ یہ ہیں "یاد رکھو جب تک زمین بھر میں پورا پورا اسلام قائم نہ ہوگا تب تک مہدی کی تلوار میان میں داخل نہ ہو گی"۔ اس چِٹھی میں مخاطب انگریز تھے اور اسپر رائے زنی کرتے ہوئے اقتراب الساعہ کا فاضل مصنف لکھتا ہے "میں کہتا ہوں کہ جو مضمون اس جواب کا ہے بے شک مہدی موعود یہی کام کرینگے" اس سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ عام مولوی صاحبان اور اُن کے اتباع کا عقیدہ مہدی موعود کے متعلق کیا ہے۔ بلکہ ہندوستان کے بعض مولویوں نے تو یہ بھی لکھدیا ہے کہ "مہدی اپنا ایک لشکر طرف ہندوستان کے روانہ کرینگے۔ یہاں کے بادشاہ طوق بگردن ہو کر اُن کے پاس حاضر کیئے جائیں گے"۔ پھر یہ بھی لکھدیا ہے کہ "بڑے بادشاہ اس ولایت کے یوروپین ہیں

غالباً اُسوقت تک بھی یہی حاکم یہاں کے رہیں گے۔ انہیں کو اُنکے روبرو لیجاویں گے،، (دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۶۴ و ۹۴) ایک اور صاحب اپنی کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۳۰ پر لکھتے ہیں "یہ آیت پوری مصداق ہے حکومت فرقہ ضالہ کی (انگریزی حکومت مراد ہے) جب مہدی موعود آجائیں گے یا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے۔ اسوقت حال اس سارے مرتبۂ کمزوری نوج جرار کا معلوم ہوجائے گا ابھی تو کوئی مدمقابل نہیں ہے،، اسی قسم کے خیالات کا اظہار حجج الکرامہ میں کیا گیا ہے جس میں لکھا ہے "پس تمام روئے زمین بقبضہ اقتدار مہدی علیہ السلام آید و اسلام قرار گیرد و گردن انداز د جمیع ملوک ارض حلقہ اطاعتش بگوش کشند و لشکرے بر ہندوستان فرستد و فتح گردد و ملوک ہند را غل کردہ پیش او آرند،، یعنی اسکے بعد کل زمین مہدی کے ہاتھ میں آجاویگی اور اسلام اور دنیا کے تمام بادشاہ مہدی کے ماتحت ہوجاویں گے اور مہدی ایک لشکر ہندوستان میں بھی بھیجے گا اور ہندوستان کے بادشاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے مہدی کے پیش کیئے جائیں گے۔ یہ ہے نمونہ اُن خیالات کا جو اکثر علماء اور اُنکے پیرو مہدی کی آمد اور اس کے کارناموں کے بارہ میں رکھتے ہیں اور ایسے ایسے خام خیالات کے ذریعہ وہ اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں اور جب کبھی کوئی تازہ مصیبت مسلمانوں پر اُنکے اپنے اعمال کی شامت سے پڑتی ہے تو اُسوقت مہدی کا خیال مسلمانوں میں تازہ ہوجاتا ہے چنانچہ آجکل جب اٹلی نے طرابلس کا ایک حصہ دبالیا ہے تو مسلمانوں میں پھر مہدی کے آنے کا چرچا از سر نو تازہ ہوگیا ہے اور بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ یہ قرب قیامت کی علامت ہے اور اب قریب ہے کہ مہدی ظاہر ہو اور مسلمانوں کی طاقت کو پھر دنیا میں قائم کرے۔ افسوس ان مسلمانوں پر کہ آنیوالا مہدی اپنے وقت پر ظاہر ہوا اور وہ اپنے نشانات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر انہوں نے اسلیئے اُسکو قبول نہ کیا کہ وہ تلوار کے ساتھ نہیں آیا اور کہا کہ ہم تو ایسے مہدی کو قبول کرینگے جو لشکروں کے ساتھ آئے گا اور جس کے حضور میں دنیا کے بادشاہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے پیش ہوں اور جو تلوار کے زور سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرے ٭

بے شک یہ عقائد نہائیت ہی غلط اور بے بنیاد ہیں اور مسلمانوں کی موجودہ گری ہوئی حالت اُن میں اس قسم کی بے ہودہ اُمیدیں ابھار رہی ہے اور وہ اس قسم کے

طفلانہ خیالات سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر دنیا میں اُن کو ذلت پہنچ رہی ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تقویٰ کو چھوڑ دیا ہے اور جب تک کہ وہ پھر تقویٰ کو اختیار نہ کریں دنیا میں وہ کھوئی ہوئی عزت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ کوئی تلوار دالا مہدی مسلمانوں کو پھر معزز نہیں بنا سکتا۔ عزت کے حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اسلامی احکام کی متقیانہ پابندی ہے۔

غرض عام مسلمان بے شک خونی مہدی کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے قابل الزام ہیں مگر اس سے بھی زیادہ قابل تعجب اور قابل افسوس اور قابل ملامت یہ امر ہے کہ مسیحی صاحبان بھی آنیوالے مسیح کی نسبت اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدی دنیا کی تمام غیر مسلم سلطنتوں کو مٹا کر کُل دنیا میں اپنی سلطنت قائم کرے گا تو بعینہٖ اسی طرح اگر کُل مسیحی نہیں تو اکثر مسیحی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب خداوند مسیح دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا تو جسقدر موجودہ سلطنتیں روئے زمین پر اسوقت موجود ہیں اُن سب کو ہلاک کر کے ایک اپنی سلطنت کل زمین پر قائم کرے گا۔ آج کل کے مسلمانوں کی طرح یہود کا بھی (جو اپنی حکومت کھو کر ایک غیر سلطنت کے محکوم تھے) یہ گمان تھا کہ جب داؤد کی نسل کا مسیح دنیا میں آئے گا تو وہ دوبارہ داؤد کے تخت کو قائم کرے گا اور یہود کو غیر سلطنت کے جُوئے سے رہائی دے گا۔ آجکل کے مسلمانوں کی طرح یہی خیال اُن کا سہارا تھا اور اسی خیال سے وہ اپنے دل کو بہلایا کرتے تھے مگر جب اسرائیلی مسیح پیدا ہُوا تو اُس نے اُن کو اُسوقت یہ جواب دیا کہ مَیں بے شک بادشاہ ہو کر آیا ہوں مگر میری بادشاہی زمینی نہیں بلکہ مَیں آسمانی سلطنت کا شہزادہ ہوں۔ اگرچہ مسیح نے اُسوقت زمینی بادشاہ ہونے سے انکار کر دیا مگر دنیا دی جاہ و جلال کی حرص ایسی زبردست ہے کہ مسیح کا یہ قول بھی اُس کے حواریوں کے دل سے زمینی بادشاہت کی تمنا کو نکال نہ سکا اور وہ آخر تک اسی انتظار میں لگے رہے کہ ایک وقت آئیگا جبکہ ہمارا اُستاد بادشاہ بنے گا اور رومیوں کے جُوئے سے بنی اسرائیل کو نجات دے گا۔ چنانچہ جب اُنکی امیدوں کے برخلاف یہود نے اُن کے موہوم بادشاہ کو گرفتار کر لیا بلکہ سولی پر بھی لٹکا دیا تو اُسوقت اُن کی اُمیدیں

سب کی سب خاک میں مل گئیں اور ایک یاس کی حالت اُنپر طاری ہو گئی اور انکے ایمان متزلزل ہو گئے بلکہ بعض نے تو برملا کہدیا کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بنی اسرائیل کو غیر سلطنت کے جوئے سے نجات دینی تھی مگر افسوس کہ ہمارا خیال غلط نکلا اور ہم نے غلطی سے اس کو بنی اسرائیل کا نجات دہندہ سمجھ لیا۔ وہ تو اسوقت کے انتظار میں تھے کہ اُن کے اُستاد کے سر پر شاہی تاج پہنایا جائے گا اور وہ بادشاہ ہو کر تخت شاہی پر جلوس فرمائے گا مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ جس کے سر پر وہ شاہی تاج دیکھنا چاہتے تھے اُس کے سر پر ظالم یہود نے کانٹوں کا تاج رکھا ہے اور بجائے اس کے کہ یہود اُسکو اپنا موعود بادشاہ تسلیم کر کے اُس کے لیئے ایک تخت گاہ تیار کریں اُنہوں نے اُسکو صلیب کی لعنتی لکڑی پر چڑھا دیا ہے تو اُنکی ساری امیدیں مایوسی میں بدل گئیں۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ یہ کس طرح ثابت ہوا کہ مسیح کے شاگرد آخر دم تک اسی انتظار میں رہے کہ اُنکا اُستاد بادشاہ بنکر بنی اسرائیل کو غیروں کی ماتحتی سے نجات دے گا تو میں ایسے شخص کو کہوں گا کہ وہ لوقا کی کتاب باب ۲۴ کا مطالعہ کرے جس میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو حواریوں کے اندرونی خیالات پر غیر معمولی روشنی ڈالتا ہے یہ واقعہ صلیب کے ماجرا کے بعد کا ہے۔ لوقا بیان کرتا ہے کہ مسیح کے دو شاگرد صلیب کے واقعہ سے تیسرے روز یروشلم سے نکلکر اپنے وطن کو جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت مسیح جو قبر سے نکل آئے تھے اور یہود کے ڈر سے بھیس بدلے ہوئے تھے اُنکو ایک گاؤں اماوس نامی کے پاس ملے اور اُن سے سوال کیا کہ ”یہ کیا باتیں ہیں جو تم راہ میں آپس میں کرتے جاتے ہو اور اُداس ہو“ اس سوال کا جو جواب اُنہوں نے اس وقت حضرت مسیح کو (جنکو وہ پہچان نہ سکے) دیا اُس میں ایک نہایت ہی پُر معنی فقرہ بولا جس سے حواریوں کی امیدوں اور اُمنگوں کا خوب ہی پتہ چلتا ہے۔ اُنہوں نے جواب میں اس اجنبی شخص کو (جو درحقیقت قبر سے نکلا ہوا اور یروشلم سے بھاگا ہوا مسیح ہی تھا) کہا ”سردار کاہن اور ہمارے سرداروں نے اُس کو (مسیح کو) قتل کے حکم کے لیئے حوالہ کیا اور صلیب دی پر **ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا**“ اس عبارت کے صاف یہی معنے

ہیں کہ ہم تو یہ اُمید باندھے بیٹھے تھے کہ یہ مدعی وہی شخص تھا جس نے اسرائیلی قوم کو غیروں کی حکومت سے نجات دینی تھی۔ مگر صلیب کے واقعہ نے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ ہماری اُمیدوں کے موافق اسرائیل کو غیروں کی ماتحتی سے نجات دیتا وہ خود اپنی ہی قوم کے ہاتھوں سے مصلوب ہو چکا۔ ہائے افسوس! دیکھو حواریوں کی کیا کیا اُمیدیں تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دن رات حضرت مسیحؑ کی صحبت میں رہتے تھے اور ہر وقت آپ کے پاک خیالات کو سُنتے اور آپ کے کلمات طیبات سے بہرہ مند ہوتے مگر پھر بھی آخر دم تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہمارا اُستاد بادشاہ بنے گا اور بنی اسرائیل کو غیر قوموں کی حکومت کے جُوئے سے رہائی دے گا۔ آخر جب اُن کا اُستاد صلیب پر لٹکایا گیا اُس وقت اُن کو معلوم ہوا کہ اُن کی ساری امیدیں بے بنیاد تھیں اور جس شخص پر انکی نظر تھی کہ وہ بادشاہ بنکر یہود کو غیر سلطنت کی ماتحتی سے نجات دیگا۔ وہ ایسا نہ نکلا اور بجائے یہود کا بادشاہ بننے کے خود یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

حواریوں کی امیدیں تو صلیب کے واقعہ کے وقت سب خاک میں مل گئیں مگر بعد میں آنیوالے مسیحیوں کے سر سے یہ خیال ابھی تک نہیں نکلا۔ قدیم زمانہ کے یہود اور مسیح کے شاگردوں کی طرح اب تک وہ یہ اُمید رکھے بیٹھے ہیں کہ زمینی بادشاہت کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور یہ کہ یہ وعدہ مسیح کی دوبارہ آمد کے وقت پورا ہو گا۔ یعنی اگرچہ مسیح اپنی پہلی آمد کے وقت زمینی بادشاہت قائم نہ کر سکا مگر وہ اپنی دوسری آمد کے وقت حقیقی اور ظاہری معنوں میں ایک زمینی سلطنت قائم کرے گا۔ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو سلطنتیں قدیم رومی سلطنت کے تباہ ہونے کے بعد قائم ہوئی ہیں مسیح اُن سب سلطنتوں کو دوبارہ آکر تباہ کرے گا۔ اور اُنکی جگہ وہ ایک اپنی سلطنت قائم کرے گا جو امن اور انصاف کی سلطنت ہو گی۔

کتاب ملینیل ڈان جلد اول کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہود اور حواریوں کی یہ اُمید کہ مسیح ایک ظاہری سلطنت قائم کرے گا بالکل بے بنیاد نہ تھی اور یہ کہ خود مسیحؑ نے اپنے شاگردوں کو ایسی سلطنت

کی اُمید دلائی تھی کتاب مذکور کا مسیحی مصنف لکھتا ہے "جو شخص بائیبل اور کلید الکتاب کو ہاتھ میں لے کر اس مضمون (یعنی مسیح کی زمینی سلطنت) پر غور کرے گا وہ یہ معلوم کر کے تعجب کرے گا کہ یہودیوں اور مسیحیوں کی مذہبی کتب میں اس مضمون کو بہت مہتم بالشان قرار دیا گیا ہے عہد عتیق کی کتابوں میں کثرت سے ایسے وعدے اور پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن میں خداوند کی سلطنت اور اُس کا بادشاہ مسیحؑ بطور مرکز کے ہیں۔ ہر ایک اسرائیلی یہ اُمید رکھتا تھا کہ مسیح کے زمانہ میں خدائے تعالیٰ اُنکی قوم کو عروج بخشے گا اور جب خداوند مسیح اُن کے پاس آئے گا تو وہ اُن کا بادشاہ بنکر آئیگا تاکہ زمین پر وہ الٰہی سلطنت قائم کرے جس کا عرصہ دراز سے انتظار چلا آتا تھا (دیکھو لوقا کی کتاب باب ۳ ورس ۱۵) ہمارا خداوند مسیح اپنے شاگردوں سے گفتگو کرتے ہوئے اُنکی آنیوالی سلطنت کی اُمیدوں کو اور بھی تقویت دیتا اور بڑھاتا تھا چنانچہ اُس نے اُنکو کہا "جیسا میرے باپ نے میرے لیئے ایک بادشاہت مقرر کی ہے مَیں بھی تمھارے لیئے مقرر کرتا ہوں تاکہ میری بادشاہت میں میری میز پر کھاؤ پیو اور تختوں پر بیٹھکر اسرائیل کے بارہ گھرانوں کی عدالت کرو" (لوقا کی کتاب باب ۲۲ ورس ۲۹ و ۳۰) پھر مسیحؑ نے کہا "اے چھوٹے جھنڈ مت ڈر کیونکہ تمھارے باپ کو پسند آیا کہ بادشاہت تمھیں دے" (لوقا کی کتاب باب ۱۲ ورس ۳۲) اور جب بجائے تاجپوشی اور تخت نشینی کے یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اُس کے شاگردوں کو سخت مایوسی ہوئی جیسا کہ اُسکے دو شاگردوں نے یسوع کے قبر سے اُٹھنے کے بعد اماوس کو جاتے ہوئے اُس کے آگے (جس کو وہ اجنبی سمجھتے تھے) کہا "پر ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا" یعنی ہم اُمید رکھتے تھے کہ یسوع بنی اسرائیل کو رومیوں کے جوئے سے نجات دیگا اور اسرائیلیوں کی سلطنت زمین پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ قائم کرے گا۔ لیکن گذشتہ چند دنوں کے انقلابات نے انکو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اُس وقت یسوع نے کتب مقدسہ کے حوالے سے انکو سمجھایا کہ سلطنت کے قائم ہونے سے پہلے قربانی کا ہونا ضروری تھا (دیکھو لوقا کی کتاب باب ۲۴۔ ورس ۲۱ و ۲۵ - ۲۷)۔

"یہ بات کہ مسیحؑ نے پیشگوئیوں کی تشریح کرکے موعودہ سلطنت کے بارے میں حواریوں کی اُمیدوں کو پھر تازہ کردیا اس امر سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد جب مسیحؑ اُن سے رخصت ہونے لگا تو اُنہوں نے اس سے سوال کیا۔ "اے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کی بادشاہت کو پھر بحال کیا چاہتا ہے"۔ اس سوال کا جو جواب مسیحؑ نے دیا اگرچہ وہ صاف نہیں مگر مسیح نے اُس جواب میں حواریوں کی اُمید کی تردید نہیں کی۔ اُس نے کہا کہ "تمہارا کام نہیں کہ اُن وقتوں اور موسموں کو جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے جانو" (اعمال کی کتاب باب ۱۔ ورس ۶ و ۷)

"اسمیں شک نہیں کہ عام یہودیوں کی طرح پہلے حواریوں کا خیال خداوند کی سلطنت کے بارے میں بہت ناقص تھا۔ کیونکہ وہ محض اسکو ایک زمینی سلطنت سمجھتے تھے جیسا کہ آجکل بہت سے لوگوں نے بالکل اُلٹی راہ اختیار کرکے یہ گمان کر رکھا ہے کہ خداوند کی سلطنت سے مراد محض آسمانی سلطنت ہے۔ ہمارے خداوند یسوع کی بہت سی مثالیں اور پُر معمہ باتیں ایسی ہیں کہ اُن میں اپنے وقت پر ان غلط خیالات کی اصلاح مدنظر رکھی گئی ہے مگر وہ ہمیشہ ایک ایسی سلطنت کے خیال کو حواریوں کے آگے پیش کرتا رہا جو زمین پر قائم ہونے والی تھی اور جس میں انسانوں پر حکومت کی جاتی تھی۔ اور وہ نہ صرف حواریوں کو یہ اُمید دلاتا رہا کہ وہ بھی اُس حکومت میں حصہ دار ہونگے بلکہ یہ بھی تعلیم دی کہ اس سلطنت کے قیام کے لیئے ہمیشہ دعا کرتے رہو اور اُن کو یہ دعا سکھلائی۔ "تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر بھی آوے"۔ یہ سخت غلطی ہے جو نام کے مسیحی کلیسیا میں داخل ہوگئی ہے کہ موعودہ سلطنت سے صرف موجودہ کلیسیا مراد ہے اور یہ غلطی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اس نام کے کلیسیا کا دنیا کے ساتھ ناپاک اتحاد اور حکومت بھنوں کے نزدیک اُس الٰہی سلطنت کا مصداق ہے جو دنیا پر قائم ہونے والی تھی۔ بے شک یہ کلیسیا بھی ایک رنگ میں اسوقت خداوند کی سلطنت کہلا سکتی ہے اور ایمان داروں کے دلوں میں ایک فضل کا کام جاری ہے مگر اسی کو سب کچھ خیال کر لینا اور اُس حقیقی آنے والی خداوند کی سلطنت کا

انکار کر دینا جو ابھی دنیا پر قائم ہونے والی ہے اُن تمام پُر زور اور زبردست وعدوں کو لغو اور بے حقیقت قرار دینا ہے جو ہمارے خداوند اور حواریوں اور نبیوں نے ہماری حوصلہ افزائی اور دنیا پر غالب آنے میں ہمیں مدد دینے کے لئے بیان کئے "

مسیحیوں میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ جو سلطنت مسیح دوبارہ آمد کے وقت قائم کرینگے وہ ایک زمینی سلطنت ہوگی۔ مسیحیوں نے ابتدائی زمانہ میں جو بہت سی تکالیف اور ایذا رسانی کو صبر کے ساتھ برداشت کیا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ انکو عنقریب عزت اور سلطنت کے ملنے کی اُمید تھی۔ ایسے الفاظ جیسے ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں اُن کو تسلی اور حوصلہ دیتے تھے " جو تم پاس ہے اُسے مانتے رہو جب تک کہ مَیں آؤں اور وہ جو غالب ہوتا اور میرے کاموں کو آخر تک حفظ رکھتا ہے مَیں اُسے قوموں پر اختیار دوں گا اور وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکومت کرے گا " (مکاشفات باب ۲ ورس ۲۵-۲۷) " جو غالب ہوتا ہے مَیں اُسے اپنے تخت پر اپنے ساتھ بیٹھنے دونگا " (مکاشفات باب ۳ ورس ۲۱) اُنکے نزدیک یہ وعدے اسی دنیا کے متعلق تھے اور اُنکا اعتقاد تھا کہ مصائب اور تکالیف کے بعد زمینی عزوجاہ اور دنیوی شان و شوکت حاصل ہوگی اور یہ کہ زمین پر مسیح کی سلطنت قائم ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ پہلے مخالفین کی طرف سے مسیحیوں کو اذیت اور تکلیف پہنچے۔ جب وہ دعا کرتے تھے کہ " تیری بادشاہت آئے " تو وہ کسی مخفی سلطنت کے لیئے دعا نہیں کرتے تھے بلکہ ایک ظاہری زمینی سلطنت کے قیام کے لیئے دعا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب سلطنت کی طرف سے مسیحیوں کی ایذا رسانی ختم ہوگئی تو یہ رائے عام طور پر مسیحیوں میں رائج ہوگئی کہ مسیح کے کلیسیا کا اصلی کام دنیا کو فتح کرنا۔ آسمان کی بادشاہت زمین پر قائم کرنا اور خداوند کی آمد ثانی سے پہلے قوموں پر حکومت کرنا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسیا میں دنیاوی سازشیں۔ نمود۔ ظاہری شان و شوکت اور خودنمائی شروع ہوگئی تاکہ کلیسیا کا دنیا پر رعب قائم ہو اور کلیسیا کی عظمت لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہو۔ کلیسیا کے سردار پوپ نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ اُس کی حکومت مسیح کی سلطنت کے قائم مقام ہے اور

اس لیئے اُس کا حق ہے کہ کُل دنیا کے بادشاہ اور زمین کی ساری سلطنتیں اور جہان کی کُل قومیں اُس کی ماتحتی اور اطاعت اختیار کریں۔ اسی دعویٰ کی بنیاد پر روما کے پوپ یورپ کے جس بادشاہ کو چاہتے تخت سے اُتارتے اور جس کو چاہتے تاج بخشتے اور رفتہ رفتہ پوپ کا اقتدار اس قدر وسیع ہوگیا کہ یورپ کے کُل بادشاہ اُسکے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے اور اُس کے خوف سے تھرتھراتے تھے اور اُسکے لیئے بطور غلاموں کے تھے اور اب تک پوپ اس حق کا دعویٰ کرتے ہیں اگرچہ اب اُن میں یہ طاقت نہیں رہی کہ اپنے اختیارات کو عملی صورت میں ظاہر کرسکیں ؎

اب بہت سے مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کے موقعہ پر خداوند کی سلطنت پورے طور پر قائم ہوجائے گی۔ اُس وقت نہ صرف ایک مخفی روحانی سلطنت ہوگی بلکہ ایک ظاہری زمینی سلطنت بھی مسیح کی موجود ہوگی۔ کتاب ملینیل ڈان کا فاضل مسیحی مصنف مسیح کی اُس زمینی سلطنت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"خداوند کی بادشاہت کے زمینی پہلو کا تعلق اِس عالم کے کاروبار اور دنیا کے لوگوں سے۔۔۔۔ ہوگا۔ اور جن لوگوں کو اس سلطنت میں حصہ لینے کا شرف حاصل ہوگا وہ انسانوں میں سب سے زیادہ عالیجاہ اور سب سے بڑھکر معزز ہونگے ۔۔۔۔۔ اس کاروبار کے چلانے کے لیئے ضروری ہوگا کہ انسانوں میں ایک کامل سلطنت قائم کیجاوے۔ اس سلطنت میں جو لوگ عہدہ دار ہونگے وہ بھی کامل لوگ ہونگے تاکہ وہ سلطنت کے کاروبار کو درستی کے ساتھ چلائیں۔ یہ بھی ضروری ہوگا کہ تعلیم کی ترقی کے لیئے آسانیاں پیدا کی جاویں اور مختلف قسم کے رفاہِ عام کے کام بھی اُس سلطنت کے ذریعہ سرانجام دیئے جاویں" جس سلطنت کو حضرت مسیحؑ آکر قائم کرینگے اور جس کے دو پہلو ہونگے ایک زمینی اور ایک روحانی اُس کو حضرت موسیٰؑ حضرت ہارون۔ حضرت یوشع بن نون اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے عہد سے مشابہ بیان کیا جاتا ہے۔ جن کے عہد میں نہ صرف ظاہری سلطنت تھی بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ باطنی اور روحانی بادشاہت بھی موجود تھی اور ان نبیوں کا عہد آنیوالی مسیح کی سلطنت

ظاہری و باطنی کا ایک صحیح نمونہ ہے۔ جیسا حضرت موسیٰ حضرت یوشع اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے عہد میں سلطنت کی دونوں شاخیں یعنی روحانی و جسمانی۔ اتحاد اور موافقت کے ساتھ چلتی تھیں ایسا ہی مسیح کی آنیوالی سلطنت میں ہوگا۔ صرف اتنا فرق ہوگا کہ آنیوالی سلطنت میں الٰہی قدرت کی تجلی گذشتہ زمانہ کی نسبت زیادہ شاندار ہوگی ؎

مگر یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ مسیح کی زمینی سلطنت پر ہر ایک آدمی خوش نہ ہوگا کتاب مذکور کا مسیحی مصنف لکھتا ہے "مسیح کی سلطنت کے قواعد میں گذشتہ سلطنتوں کی نسبت زیادہ تشدد ہوگا اور لوگوں کی آزادیوں کو اس حد تک محدود کیا جائیگا کہ بہت سے لوگ جو آجکل آزادی کی توسیع کے لئے شور مچا رہے ہیں وہ اس حد بندی کی وجہ سے بہت کڑھیں گے" اس لئے مسیح کی حکومت بہت سے لوگوں کے نزدیک نہایت سخت ہوگی۔ وہ لوگوں کی تمام پہلی عادات اور رسومات کو توڑ دیگی۔ اور تمام موجودہ کمیٹیاں۔ مجالس۔ مدارس۔ شفاخانے۔ غرض ہر ایک قسم کے انتظام جو آجکل پائے جاتے ہیں اُن سب کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ وہ ایک مضبوط اور زور آور حکومت ہوگی کیونکہ لکھا ہے "وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکومت کریگا کہ وے کمہار کے برتنوں کی مانند چکنا چور ہو جائینگے" (مکاشفات باب ۳ ورس ۲۷) بہت سے لوگ جو دنیا کے شاہزادے یعنی شیطان کی حکومت کے نیچے دوسروں کی کمائی پر عیش کرتے ہیں اور اس کے عوض میں کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور اس طرح عوض معاوضہ گلہ ندارد کی مثال صادق آجائے ایسے لوگ زندگی کے شہزادے یعنی مسیح کی حکومت کے نیچے بغاوت پر آمادگی ظاہر کرینگے اور اُن کی عیش و عشرت کی زندگی اس بات کی مقتضی ہوگی کہ اُسے بہت سی سخت تازیانے لگائے جائیں اور ایسے تازیانے وہ کھائیگی"

یہ کیفیت ہے اُس سلطنت کی جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ مسیح آخری زمانہ میں آکر قائم کریگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا پر لوہے کی لاٹھی کے

ساتھ حکومت کرنے کے لیئے آئے گا تو اُس وقت اُن سلاطین اور ملوک کا کیا حال ہوگا جو اُس وقت زمین پر سلطنت کر رہے ہونگے۔ اِس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ موجودہ سلطنتیں جن میں مسیحی سلطنتیں بھی شامل ہیں دنیا کے شہزادے یعنی شیطان کے زیر حکومت ہیں اور جب مسیح آئے گا تو وہ ان سب سلطنتوں کو اُڑا دے گا اور انکی جگہ اپنی سلطنت روئے زمین پر قائم کرے گا۔ مسیحیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دنیا کی موجودہ بادشاہ بلا چون وچرا اپنی اپنی سلطنتیں مسیح کے حوالے نہیں کر دینگے جیسا کہ تھوڑا عرصہ ہُوا کوریا کے غریب بادشاہ نے اپنی سلطنت اپنے زبردست پڑوسی میکاڈو (شاہ جاپان) کے حوالے کر دی بلکہ وہ سب ملکر مسیح کا مقابلہ کرینگے کیونکہ وہ اُن کی نظر میں ایک غاصب کی حیثیت رکھے گا۔ لیکن اس مقابلہ کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مسیح کے مقابل میں شکست فاش کھائیں گے۔ کیونکہ خداوند خدا یُوں فرماتا ہے "قومیں کس لیئے جوش میں ہیں اور لوگ باطل خیال کرتے ہیں۔ زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں اور سردار آپس میں خداوند کے اور اُس کے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں کہ آؤ ہم انکی بند کھول ڈالیں اور اُن کی رسّی اپنے سے توڑ پھینکیں وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسیگا اور خداوند اُنہیں ٹھٹھوں میں اُڑا دے گا تب وہ غصہ میں اُن سے باتیں کرے گا اور نہایت بیزار ہوکے اُنہیں پریشانی میں ڈالے گا میں نے تو اپنے بادشاہ کو کوہ مقدس صیہون پر بٹھلایا۔ میں حکم کو آشکارا کروں گا کہ خداوند نے میرے حق میں فرمایا تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہُوا مجھ سے مانگ کہ میں تجھے قوموں کا وارث کروں گا اور زمین سراسر تیرے قبضے میں کروں گا۔ تو لوہے کے عصا سے اُنہیں توڑے گا۔ کمہار کے برتن کی مانند تو اُنہیں چکنا چور کریگا۔ پس اے بادشاہو ہوشیار ہو۔ اے زمین کی عدالت کرنے والو تربیت لو۔ ڈرتے ہوئے خداوند کی بندگی کرو اور کانپتے ہوئے خوشی کرو۔ بیٹے کو چومو تا نہ ہووے کہ وہ بیزار ہو اور تم راہ میں ہلاک ہو جاؤ جب اُس کا قہر ایکا ایک بھڑکے۔ مبارک وے سب جن کا توکّل اُس پر ہے" (۲ زبور)

حضرت دانیالؑ کی کتاب میں جو نبوکدنظر اور حضرت دانیال علیہ السلام کی خوابیں درج ہیں اُن کی تعبیر کرتے وقت مسیحیوں نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ اگرچہ پہلی آمد کے وقت مسیح بے کسی اور انکسار کی حالت میں ظاہر ہُوا مگر جب وہ دوبارہ دنیا میں آئیگا تو بڑے جلال کے ساتھ آئیگا اور دنیا کی سلطنتوں کو بلکہ موجود مسیحی سلطنتوں کو بھی تباہ کر دے گا اور اُن کی جگہ علاوہ ایک روحانی حکومت کے ایک ظاہری اور زمینی سلطنت بھی قائم کرے گا۔ بنوکدنظر نے رؤیا میں ایک مورت دیکھی جس کا سر سونے کا تھا۔ سینہ اور بازو چاندی کے۔ شکم اور رانیں تانبے کی۔ ٹانگیں لوہے کی اور اُس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ نبوکدنظر اس ہیبت ناک مورت کو دیکھ رہا تھا کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے آپ سے نکلا اور اُس شکل کے پاؤں پر لگا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جیسا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر کی اس شکل کے ذریعہ نبوکدنظر کو وہ سب سلطنتیں دکھائی گئیں جو اُس کے بعد اُس ملک میں خصوصاً یروشلم میں جو اُس وقت اُس کی سلطنت میں داخل تھا قیامت تک قائم ہونے والی تھیں۔ سونے کے سر سے مراد اُس کی اپنی سلطنت تھی۔ چاندی کے سینہ اور بازوؤں سے مراد میڈ و فارس کے بادشاہوں کی سلطنت تھی جو اُس کے بعد قائم ہوئی۔ تانبے کے شکم اور رانوں سے مراد یونانی سکندر کی سلطنت تھی جو فارسیوں کی سلطنت کی جگہ قائم ہوئی اور لوہے کی ٹانگوں سے مراد رومیوں کی سلطنت تھی اور انگلیوں سے مراد وہ مختلف حصے تھے جن میں رومی سلطنت زوال کے زمانہ میں تقسیم ہوگئی۔ اب رہا وہ پتھر جو خود بخود نکلا اور جس نے مورت کے پاؤں پر گر کر اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مَیں پہلے ایک مضمون میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ اس پتھر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مسیحیوں کا خیال ہے کہ وہ موعود پتھر مسیح تھا مگر اُن کے اس خیال کے آگے بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ سب سے پہلی رکاوٹ تو یہ ہے کہ جب مسیحؑ پیدا ہوئے اُس وقت ابھی مورت کی انگلیوں کا ظہور نہیں ہوا تھا یعنی رومی

سلطنت میں کسی قسم کا ضعف پیدا نہیں ہُوا تھا اور اُن حصوں کا نام و نشان بھی نہ تھا جو بعد میں سلطنت مذکورہ کے زوال کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے بلکہ وہ زمانہ رومی سلطنت کے عروج کا زمانہ تھا کیونکہ مسیح پہلے قیصر روم کے زمانہ میں پیدا ہُوا اور سلطنت کی تقسیم مختلف حصوں میں مسیح سے کئی سو سال بعد واقع ہوئی مگر جب آنحضرت صلی اللہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ صوبے وجود میں آچکے تھے۔ دوسری رکاوٹ جو مسیحیوں کے راستے میں پیش آتی ہے یہ ہے کہ مسیح نے رومی سلطنت کو تباہ نہیں کیا۔ تباہ کرنا تو کجا اُس نے کسی نکمی سی سلطنت کی بھی بنیاد نہیں ڈالی ہاں تاریخ گواہی دیتی ہے کہ اسلامی سلطنت جو ابتداء میں ایک چھوٹے پتھر کی طرح تھی رومی سلطنت کے پاؤں کی انگلیوں پر پڑی اور اُس نے رومی سلطنت کو تباہ کر دیا اور پھر پیشگوئی کے مطابق وہ پتھر بڑا پہاڑ بنکر زمین میں پھیل گیا اور اسوقت تک نبوکدنظر کی سلطنت پر اسلامی سلطنت کی حکومت موجود ہے مسیحی صاحبان کہتے ہیں کہ بے شک مسیح نے اپنی پہلی آمد میں اس پیشگوئی کو پورا نہیں کیا مگر جب وہ دوبارہ دنیا میں آئے گا تو اُسوقت علاوہ روحانی سلطنت کے وہ ایک زمینی سلطنت بھی قائم کرے گا چنانچہ نبوکدنظر کی خواب کی شرح کرتے ہوئے کرٹیکل کمنٹری (محققانہ تفسیر) کا مسیحی مصنف لکھتا ہے "مورت پر پتھر کے گرنے سے چوتھی (یعنی رومی) سلطنت کی ہلاکت مراد ہے نہ اُس کا آہستہ آہستہ مسیحی مذہب اختیار کرنا۔ اور یہ ہلاکت مسیحیوں کے ذریعہ اُس سلطنت پر وارد نہیں ہو سکتی کیونکہ مسیحیوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کسی سلطنت کا مقابلہ نہ کریں اس لئے ضروری ہے کہ مسیح خود اپنی دوبارہ آمد کے وقت یہ ہلاکت وارد کرے"۔ اس بیان سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ اگر کل نہیں تو اکثر مسیحیوں کا جو بائبل پر ایمان رکھتے ہیں یہ پختہ ایمان ہے کہ جب دوبارہ مسیح دنیا میں آئے گا تو وہ موجودہ سلاطین اور موجودہ سلطنتوں کو تباہ کرکے اُن کی جگہ اپنی سلطنت قائم کرے گا۔ اس طرح مسیحیوں کے آنیوالے مسیح اور جاہل مسلمانوں کے خونی مہدی میں کوئی بھاری فرق نہیں ہے اور مسیحی صاحبان کو کوئی حق

حاصل نہیں کہ وہ نادان مسلمانوں کے عقیدۂ خونی مہدی پر اعتراض کریں کیونکہ اُنکا موعود مسیح بھی وہی کام کرے گا جو خونی مہدی کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں ؛

پھر وہی مصنف صاف الفاظ میں اقرار کرتا ہے کہ ” مورت کے پاؤں پر پتھر کا گرنا مسیحؑ کی پہلی آمد کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اُس وقت چوتھی (یعنی رومی) سلطنت ابھی مختلف حصوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ یعنی مورت کی اُنگلیاں ابھی نمودار نہیں ہوئی تھیں“ دیکھو صفحہ ۷۵۴ (۱) اس بیان سے بھی مصنف موصوف کا یہی مطلب ہے کہ مسیحؑ دوبارہ آمد کے وقت زمینی سلطنتوں کو تباہ کرکے اپنی سلطنت قائم کرے گا ؛

دوسرا خواب خود حضرت دانیال علیہ السلام کا ہے اور اسکی تعبیر بھی وہی ہے جو نبوکدنظر کے خواب کی ہے۔ صرف اس میں تفصیل زیادہ ہے۔ اس خواب کی تشریح کرتے ہوئے جو ریمارک کتاب کرٹیکل کمنٹری کا مسیحی مصنّف کرتا ہے اُس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بائبل کے معتقد مسیحیوں کے نزدیک مسیح کی وہ سلطنت جس کو وہ دوبارہ آکر قائم کرے گا ایک زمینی سلطنت ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر بائبل کے صفحہ ۷۵۹ (۳) پر لکھتا ہے :-

” مسیح کی موجودہ سلطنت زمینی نہیں ہے (دیکھو یوحنا کی کتاب باب ۱۸ درس ۳۶) ہاں دوبارہ آمد کے وقت اُس کی سلطنت اس دنیا کی ایک ظاہری سلطنت ہو جائے گی چونکہ دانیالؑ کی پیشگوئی کا تعلق صرف زمینی سلطنت سے تھا اس لیئے اُس نے مسیحیت کا ذکر نہیں کیا جب تک کہ وہ ایک زمینی سلطنت نہیں بن گئی یعنی مسیح کی دوبارہ آمد کے وقت۔ خداوند کی سلطنت مسیح کے دوبارہ آنے تک ایک مخفی سلطنت رہے گی۔ رومی سلطنت مسیحیت قبول کرنے سے پہلے بھی ایک دنیاوی سلطنت تھی اور مسیحیت قبول کرنے کے بعد بھی وہ دنیاوی ہی رہی اسی لیئے نئے عہدنامہ کے رُو سے اس زمانہ کی مسیحی سلطنتیں دراصل غیر مسیحی ہی ہیں اور ہم مسیح کو ترک کرنے کے بغیر ان سے محبت نہیں کر سکتے “

پھر وہی مسیحی مفسر صفحہ ۵۸۰ پر لکھتا ہے "وہ تمام طاقتیں جو پہلی چار سلطنتوں کو حاصل تھیں وہ سب کی سب مسیح کی سلطنت کو عطا کی جائیں گی دانیالؑ کے الفاظ "تمام آسمان تلے" (دانیال باب ۷ ورس ۲۷) یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کی موعودہ سلطنت زمین پر یعنی زمینی ہوگی۔ آسمان پر یا آسمانی نہ ہوگی" ان عبارتوں کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیوں کے عقیدہ کے رُو سے مسیح جب دوبارہ دنیا میں آئے گا تو وہ زمین پر موجودہ سلطنتوں کو ہلاک کر کے ایک اپنی سلطنت قائم کرے گا؛

ناظرین نے اب معلوم کر لیا ہوگا کہ مسیحی صاحبان بھی ایک ایسے مسیح کے آنیکا عقیدہ رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے موہوم مہدی سے اپنے حالات میں مختلف نہیں بلکہ دونوں کے حالات بالکل مشابہ ہیں۔ جیسے بہت سے نادان مسلمان ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو دنیا میں آکر ایک سلطنت قائم کرے گا اور اُس کے ظہور کے وقت جس قدر غیر مسلموں کی سلطنتیں ہونگی اُن سب کو مٹا دے گا اسی طرح بہت سے مسیحی جو اپنے تئیں بہت دانا اور عالم ظاہر کرتے ہیں ایک ایسے مسیح کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں جو آکر دنیا کی کل سلطنتوں کو جڑھ سے اُکھیڑ دے گا اور اپنی سلطنت کُل روئے زمین پر قائم کرے گا؛

یہ حسرت کا مقام ہے کہ لوگ پھر پھر کر وہی پُرانی غلطیوں کو دُہراتے رہتے ہیں اور پہلے لوگوں کی ٹھوکر سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ سب سے پہلی قوم جو اس غلطی میں پڑی وہ یہودیوں کی قوم تھی۔ اُنکو ایک مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا اور جب وہ اپنی ظاہری طاقت کھو بیٹھے اور دوسروں کے محکوم ہو گئے تو انہوں نے یہ امید کر کے اپنے دل کو تسلی دی کہ اُن کا آنیوالا مسیح اُن کو غیر قوموں کے پنجہ سے چھڑائے گا۔ اور داؤدؑ کے تخت کو پھر قائم کرے گا۔ اور جب اُن کا سچا مسیح مبعوث ہوا تو انہوں نے اُس کو صرف اسی لیئے رد کر دیا کہ اُس کا ظہور اُنکی امیدوں کے موافق نہ تھا۔ اسی طرح جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو اپنی دوبارہ آمد کی بشارت سنائی تو اُس بشارت

کے سمجھنے میں مسیحیوں نے بھی وہی غلطی کھائی جو اُن سے پہلے یہودیوں نے کھائی تھی اور اُن میں اکثر لوگ جو مسیح کی دوبارہ آمد کا انتظار رکھتے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں (جیساکہ میں نے کتاب ملینیل ڈان کے حوالے سے دکھایا ہے) کہ اگرچہ پہلی آمد میں مسیحؑ ظاہری سلطنت کی بنیاد ڈالنے سے قاصر رہے مگر جب وہ بار دوم دنیا میں آئیں گے تو وہ بڑے جاہ وجلال کے ساتھ آئیں گے اور اُسوقت نہ صرف وہ ایک روحانی سلطنت دنیا میں قائم کرینگے بلکہ ظاہری حکومت کی عنان بھی اُنہیں کے ہاتھ میں ہوگی۔ افسوس کی بات ہے کہ ان مسیحیوں نے یہود سے سبق حاصل نہ کیا اور جو غلطی اُن سے سرزد ہوئی تھی اُسی غلطی کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (سورہ یوسف) یعنی پہلے انبیاءؑ اور اُن کی قوموں کے حالات میں عقلمندوں کے لیئے عبرت ہے۔ مسیحیوں کے لیئے اچھا ہوتا کہ مسیح کی آمد کی دوسری پیشگوئی کے سمجھنے میں یہودیوں کی غلطی سے عبرت پکڑتے جنہوں نے مسیحؑ کو صرف اسی لیئے قبول نہ کیا کہ وہ اُن کے خیال کے مطابق ظاہری جاہ وجلال کے ساتھ نہیں آیا تھا مگر افسوس ہے کہ مسیحیوں نے پھر وہی غلطی کھائی جو اُن سے پہلے یہود نے کھائی تھی۔ یعنی یہ سمجھ لیا کہ اگرچہ پہلے مسیح کی سلطنت اس عالم کی سلطنت نہ تھی مگر دوسرے مسیح کی سلطنت اسی عالم

مسیحیوں کی دوسری غلطی

آنیوالے مسیح کو ایک زمینی بادشاہ سمجھنا بھی ایک غلطی نہیں جس میں مسیحی صاحبان نے غلط کار یہود کی راہ اختیار کی ہے۔ یہود نے ایک اور بھاری غلطی کا ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ سے وہ سچے مسیح کی شناخت سے محروم رہے اور نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس زمانہ کے مسیحیوں نے پھر وہی غلطی کی اور اُس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے زمانہ کے یہود کی طرح یہ بھی اس زمانہ میں سچے مسیح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی پہچان سے بے نصیب رہے۔ دوسری بھاری غلطی جو یہود

نے کھائی وہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے متعلق تھی۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ایلیاؑ آسمان کی طرف چڑھ گیا ہے اور مسیحؑ کے ظہور سے پہلے وہی ایلیا آسمان سے نازل ہوگا۔ مسیحؑ نے اُن کی اس غلطی کو ظاہر کیا اور فرمایا کہ ایلیاؑ کے نازل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہی ایلیاؑ آسمان سے اُترے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو صفات میں ایلیاؑ سے مشابہت رکھنے والا ہوگا۔ مسیحیوں کو بھی ایک ایسا ہی وعدہ دیا گیا تھا یعنی یہ وعدہ کہ مسیح پھر دنیا میں نازل ہوگا۔ مگر باوجودیکہ اُن کے سامنے ایلیا کے نازل ہونے کی پیشگوئی موجود تھی اور جو تاویل خود مسیح علیہ السلام نے اُس پیشگوئی کی کی اُس کا بھی اُن کو علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ایک شخص کے دوبارہ نازل ہونے سے الٰہی وعدوں میں یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہی شخص دوبارہ دنیا میں اُترتا ہے اُس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص دنیا میں ظاہر ہوگا جو اُس پہلے شخص سے روحانی مشابہت رکھتا ہوگا مگر باوجود اس علم اور اس تجربہ کے وہ یہی گمان کیے ہوئے ہیں کہ مسیح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر وہی مسیحؑ جو حضرت مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا دوبارہ زمین پر نازل ہوگا اور یہ کہ جب وہ آئیگا تو اُس کی سلطنت صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی اور زمینی بھی ہوگی اگر وہ عقلمند ہوتے تو وہ یہود کے نمونہ سے دو نہایت ہی ضروری سبق حاصل کرتے یعنی اوّل وہ یہود کی طرح یہ گمان نہ کرتے کہ مسیح ظاہری طور پر بادشاہ ہو کر آئے گا اور ایک زمینی سلطنت کل روئے زمین پر قائم کرے گا دوسرے وہ یہود کی طرح یہ نہ سمجھتے کہ مسیح کے نزول سے دوبارہ اُسی مریمؑ کے بیٹے کا آنا مراد ہے بلکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ وہ اس تاویل کو قبول کرتے جو ایک ایسی ہی پیشگوئی کی مسیح نے کی یہود اِن دو غلطیوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے مگر افسوس کہ مسیحی لوگوں نے بھی اُسی ہلاکت کی راہ پر قدم مارا بلکہ یہود کی نسبت مسیحیوں کی حالت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اگر یہود نے غلطی کھائی تو وہ ایک حد تک اپنے آپ کو معذور بھی خیال کر سکتے تھے کیونکہ اُن کے پاس

پہلے کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں تھا جس سے وہ ہدایت حاصل کرتے مگر مسیحیوں کے پاس تو یہود کا نمونہ موجود ہے جنہوں نے یہی راہ اختیار کرکے اپنے تئیں ہلاک کر لیا مگر پھر بھی مسیحی صاحبان نے اس نمونہ سے عبرت حاصل نہیں کی اور جب خدائے تعالیٰ نے اپنے قدیم وعدوں کے مطابق اپنے برگزیدہ بندے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے اُس کے مقابل میں وہی راہ اختیار کی جو پہلے مسیح کے مقابل میں یہود نے اختیار کی۔ ان دونوں غلطیوں نے انکو اندھا اور بہرا کر دیا۔ انہوں نے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو نہ سنا جو مسیح کی صفات کے ساتھ پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا اور انہوں نے اُن زبردست نشانات پر غور کرنے سے انکار کیا جن کے ذریعہ سے خدائے تعالیٰ نے اُس کی صداقت

ایک نشان مسیح موعود کا

ظاہر کی یہ نشان اس قدر کثرت سے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ظاہر ہوئے کہ اُن کا شمار بھی دشوار ہے اور آپ کی وفات کے بعد بھی خدائے تعالیٰ نے بڑے بڑے زبردست نشانوں کے ساتھ آپ کی تصدیق کی اور یہ نشان ایسے نہیں کہ کسی ایک ملک یا ایک قوم میں محدود ہوں بلکہ جیسا آپ کا مشن عالمگیر تھا ایسا ہی آپکے نشان عالمگیر ہیں اور زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ وہاں کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے نشانوں کے گواہ نہ ہوں اور بعض نشان آپکے ایسے عظیم الشان ہیں کہ کل دنیا اُن کی گواہ ہے۔ مثلاً گذشتہ دسمبر میں جو خدائے تعالیٰ نے بمقام دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک نشان دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ جارج پنجم کے ہاتھ سے پورا کرایا دنیا کا کونسا ملک ہے جو اس نشان کا گواہ نہیں کیونکہ یہ نشان ایسے حالات کے ماتحت پورا ہوا کہ اُسکی دھوم کُل دنیا میں مچ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے آج سے قریباً ۶ سال پہلے بنگال کے دو حصے کر دیئے۔ جس پر بنگالیوں نے شور مچایا مگر کسی نے اُن کی بات کو نہ مانا۔ اُنہوں نے بہت زور لگایا کہ یہ تقسیم منسوخ کر دیجائے اور جس طرح پہلے بنگال ایک ہی صوبہ تھا ایسا ہی وہ پھر ایک صوبہ کر دیا جاوے۔ مگر اُن کو صاف جواب دیا گیا کہ تمھاری

یہ درخواست ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ پارلیمنٹ میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار کھلے لفظوں میں ذمہ وار وزراء نے کہہ دیا کہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے جس میں اب کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہو سکتی۔ لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو آیا۔ اُس نے بھی بنگالیوں کو یہی سنایا کہ خواہ کچھ ہو تقسیم بنگال بحال رہے گی۔ اسمیں کوئی تغیر تبدل نہ ہوگا۔ غرض ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی اور کوئی عقلمند اُسوقت یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک ایسا امر جس کو گورنمنٹ باوجود بنگالیوں کے شور مچانے کے کر گذری ہے اُس امر کو گورنمنٹ پھر واپس لے لے گی۔ جب بار بار خود پارلیمنٹ میں برملا کھلے الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو منسوخ نہیں ہو سکتا اور یہ بنگالیوں کی ایک ایسی درخواست ہے جسکو کسی طرح بھی گورنمنٹ منظور نہیں کر سکتی تو کس طرح کوئی شخص امید کر سکتا تھا کہ خدا ایک ایسا دن لائے گا جبکہ بنگالیوں کی مراد پوری ہوگی اور جس چیز کو وہ مانگتی ہیں اور جس کو دینے سے گورنمنٹ بار بار انکار کر چکی ہے وہ چیز بنگالی قوم کو حاصل ہو جائے گی۔ ایسے حالات میں آسمانی گورنمنٹ کی طرف سے زمین کے روحانی بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ایک سرکاری پروانہ بھیجا گیا اور اُس میں حضرت خلیفۃ اللہ علی الارض کو کہا گیا کہ ہمارا یہ حکم کل دنیا کو سنا دو کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی۔ یہ الٰہی حکم ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء کو جاری ہوا مگر ظاہر میں کوئی صورت اس کے پورا ہونے کی نظر نہیں آتی تھی۔ ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ گورنمنٹ اس بات پر تُلی ہوئی تھی کہ تقسیم بنگالہ کو بحال رکھا جائے گا خواہ کچھ ہی ہو کیونکہ یہ فیصلہ نہایت سوچ بچار کے بعد کیا گیا تھا اور باوجود بنگالیوں کی مخالفت کے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اس لئے صرف لوگوں کی ناجائز ایجی ٹیشن کی وجہ سے اس تجویز کو منسوخ کرنا گورنمنٹ اپنے سلطانی اصول کے برخلاف سمجھتی تھی اور اُس کے نزدیک تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا اپنے شاہانہ رعب کو کم کرنا تھا۔ اسی لئے

بار بار وزراء نے پارلیمنٹ کی پلیٹ فارم پر اور وائیسراؤں نے اپنی وائیسرائی مسند پر کھڑا ہو کر نہ صرف بنگالیوں کو بلکہ کل دنیا کو یہ سنا دیا تھا کہ ہمارا یہ فیصلہ ایک قطعی فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کی اُمید کرنا ایک خام خیال ہے اور بنگالیوں کو کہا گیا کہ سُن رکھو اور یاد رکھو کہ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ان بار بار کے انکاروں نے اور بھی بنگالیوں کی کامیابی کو ناممکن کر دیا تھا کیونکہ کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ جس امر کے بارے میں گورنمنٹ اور اُس کے عالیجاہ افسر اس قدر زور اور تکرار کے ساتھ صاف اور مضبوط لفظوں میں انکار کر چکے ہیں اُس کو پھر وہی گورنمنٹ جلدی ہی تبدیل کر دیگی۔ اس بار بار کے انکار کے اعلانوں نے خود بنگالیوں کو نااُمید کر دیا اور وہ اس سے مایوس ہوگئے کہ گورنمنٹ تقسیم بنگالہ میں کوئی ایسی اصلاح کرے گی جس سے اُن کی دلجوئی ہو۔ مگر خدائے تعالیٰ کی حکومت کُل زمینی حکومتوں سے زبردست ہے۔ دنیا کی کُل حکومتیں اُس کی چاکر اور غلام ہیں۔ اب جب کہ مایوسی پرلے درجہ تک پہنچ چکی اور کسی سینہ میں رائی بھر بھی اُمید باقی نہ رہی اُس وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کے پورا کرنے کے خود ہی سامان پیدا کرنے شروع کیئے۔ جب تقسیم بنگالہ وقوع میں آئی تھی اُسوقت ہمارا قیصر **ایڈورڈ ہفتم** ہم پر حکمران تھا۔ اور ہم اُمید رکھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ اُن کے دنوں کو لمبا کرے گا مگر قضاؤ قدر نے ہمیں اُنکے سایۂ میں زیادہ دیر تک رہنے کا موقعہ نہ بخشا اور وہ اس جہان سے رحلت فرما گئے اُنکی وفات کے بعد اُن کا بیٹا **جارج پنجم** تخت پر بیٹھا۔ اور اُنکے دل میں خدا کے فرشتوں نے یہ تحریک پیدا کی کہ میں ملک ہند کے قدیمی پایۂ تخت دہلی میں اپنی تاجپوشی کا جشن مناؤں۔ یہ بالکل ایک نئی تحریک تھی اور دنیا کی تاریخ میں سراسر یہ ایک نرالا واقعہ تھا جسکی نظیر تاریخ کے صفحوں میں نہیں ملتی۔ اُس نے اپنے وزراء کو حکم دیا کہ تم میری تاجپوشی کا انتظام دہلی میں کرو میں بذاتِ خود ہندوستان کی رعایا کے درمیان اپنی تخت نشینی کی رسم ادا کرنا چاہتا ہوں کس کی شکست

تھی کہ ملک معظم کی اس تجویز سے اختلاف کرے۔ بلا چون وچرا آپ کے حکم کے آگے
سر تسلیم خم کیا گیا اور فوراً ایک عالیشان دربار کے لیئے دہلی میں تیاریاں شروع ہوئیں
اس سے پہلے وزارت بھی بدل چکی تھی اور وہ وائیسرائے بھی ہندوستان سے رخصت
ہو چکے تھے جنہوں نے تقسیم بنگالہ کے متعلق یہ عزم بالجزم ظاہر کیا تھا کہ اس میں
کسی قسم کی تبدیلی یا تنسیخ نہیں کی جائے گی۔ ایک نیا وائیسرائے ہندوستان
میں تشریف آور ہوا اور ولایت میں ایک نئے وزیر ہند نے عنان انتظام اپنے
ہاتھ میں لی۔ لیکن اگر کوئی خاص موقعہ پیدا نہ ہوتا اور کوئی غیر معمولی تقریب پیش
نہ آتی تو یہ نیا وائیسرائے اور یہ نیا وزیر ہند ہرگز کبھی گورنمنٹ کے پہلے فیصلہ
کو برطرف کرنے کا خیال بھی نہ کرتے کیونکہ ایسا کرنا مصلحت ملکی کے سخت برخلاف تھا۔
جب پہلے گورنمنٹ بار بار یہ کہہ چکی تھی کہ یہ فیصلہ قطعی ہے تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ کوئی بعد
کا وائیسرائے یا وزیر ہند گورنمنٹ کے قطعی اور فیصلہ کن اعلانوں کے برخلاف کوئی
کارروائی کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا گورنمنٹ کے اصول کے سخت برخلاف ہے۔ لیکن اگر
دنیا کی نظر میں ایک گورنمنٹ کا ایسا فیصلہ جس کو وہ بار بار آخری فیصلہ اور قطعی فیصلہ کہہ چکی
ہو اٹل ہے تو احکم الحاکمین کا حکم اُس سے بھی زیادہ اٹل ہے۔ اس لیئے اُس
احکم الحاکمین نے زمینی گورنمنٹ کے فیصلہ کو ایسے عجیب طریق سے بدل دیا کہ دنیا
دیکھ کر ششدر رہ گئی اُس خدا نے ملک معظم کو جو اُس کا ایک ادنیٰ چاکر اور غلام ہے
پہلے دستور کے برخلاف ہندوستان میں بھیجا اور اُس نے دہلی کو جو بڑے بڑے
جلیل القدر سلاطین کا تاریخی پایۂ تخت رہ چکا ہے اپنے شاہی دربار کے لیئے پسند
کیا۔ اب ہندوستان کا نیا وائیسرائے اس فکر میں پڑ گیا کہ کوئی ایسی تجویز سوچی
جائے جس سے ملک معظم کا قدوم میمنت لزوم صفحہ دنیا پر ہمیشہ کے لیئے یادگار رہے
جب وہ اس سوچ بچار میں مصروف تھا تو خدائے تعالیٰ نے اُس کے دل میں یہ
بات ڈالی کہ آؤ جس شہر میں حضور قیصر ہند تخت نشینی کا شاہی جشن منائیں گے
اُسی شہر کو ہندوستان کا مستقل تخت گاہ قرار دیا جاوے اِس طرح جب تک

شہر دہلی کشور ہند کا دار السلطنت رہے گا اُس کا وجود ملک معظّم قیصر ہند کی ہندوستان
میں تشریف آوری کا ہمیشہ کے لیئے یادگار رہے گا۔ اس تجویز کو وزیر ہند نے بھی
بہت پسند فرمایا مگر اس کے عملدرآمد میں ایک دِقّت بھی تھی۔ ملک معظّم کی تشریف آوری
ایک عام خوشی کا موقعہ تھا اس لیئے مناسب نہ تھا کہ اس مبارک موقعہ پر کوئی
ایسی تجویز عمل میں لائی جائے جس سے ملک معظّم کی رعایا کا کوئی حصّہ ناراض ہو۔
لیکن دہلی کو پایۂ تخت قرار دینا ایک ایسی تجویز تھی جس سے اگرچہ ہندوستان کے
اکثر باشندے ضرور خوش ہوتے مگر یہ خوف تھا کہ بنگالی لوگ اسپر ناراض ہونگے
کیونکہ ہندوستان کا پہلا پایۂ تخت کلکتہ تھا۔ اور بجائے کلکتہ کے دہلی کو پایۂ تخت
قرار دینا بنگالیوں کے لیئے نقصان کا موجب متصوّر ہو سکتا تھا۔ اسکے تدارک
کے لیئے یہ سوچا گیا کہ بنگالیوں کو جو پُرانی رنجش تقسیم بنگالہ کے بارہ میں ہے
اُس کے متعلق اب اُن کی دلجوئی کیجائے۔ اسطرح جب وہ اپنی مراد کو حاصل کرلیں گے
تو اُنکو جو خوشی حاصل ہوگی اُس کی وجہ سے وہ اس رنج کو محسوس نہیں کرینگے جو کلکتہ
کے دار الخلافہ نہ رہنے کی وجہ سے اُنکو ہونے کا احتمال تھا۔ مگر پہلی تقسیم کو قطعاً منسوخ
کردینا بھی کسی صورت میں مناسب نہ تھا کیونکہ اُس کے متعلق گورنمنٹ بار بار یہ اعلان کرچکی
تھی کہ یہ ایک قطعی اور آخری فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا۔ اس لیئے ایک ایسی راہ اختیار
کی گئی کہ بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہوجائے اور تقسیم بھی قطعی طور پر منسوخ نہ ہو۔ اسکے لیئے
حضور وائسرائے لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کی ذہن رسا نے ایک ایسی نئی تقسیم تجویز کی
جو اُن کو ملکی طور پر بھی بہت مناسب معلوم ہوئی اور اُس سے بنگالیوں کی بھی دلجوئی
ہوجاتی تھی۔ وہ تجویز یہ تھی کہ خاص بنگال کے تو دونوں حصوں کو ملا کر ایک صوبہ کردیا گیا مگر مشرقی بنگال سے
آسام کو الگ کر کے ایک چیف کمشنری بنا دیا گیا اور بہار۔ چھوٹا ناگپور اور اوڑیسہ کا ایک الگ
صوبہ بنا کر اُسکے لیئے ایک الگ لفٹننٹ گورنر تجویز کیا گیا۔ اسطرح بنگالہ کی ایک نئی تقسیم کردی
گئی مگر وہ تقسیم ایسے طریق سے کی گئی کہ خاص بنگالیوں کے علاقہ کو ملا دیا گیا اور بعض دوسرے
صوبوں کو بنگالہ سے جدا کر دیا گیا۔ پھر اس سے بڑھکر بنگالیوں کی دلجوئی کے لیئے یہ تجویز

کی گئی کہ صوبہ بنگال کو بجائے ایک لفٹنٹی کے گورنری بنا دیا گیا یعنی پہلے وہ صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت تھا۔ اب وہاں ایک گورنر کا رکھا جانا تجویز کیا گیا اس طرح اُس صوبہ کی حیثیت کو بہت بڑھا دیا گیا۔ غرض جہانتک حالات وقتی کے ماتحت ممکن تھا بنگالیوں کی دلجوئی کی کوشش کی گئی۔ جب اس تجویز کو مرتب کرکے اور دلائل کے ساتھ مبرہن کرکے حضور وائیسرائے ہند نے وزیر ہند کے پاس بھیجا تو وزیر ہند نے اس تجویز کو منظور کیا۔ مگر یہ احتیاط کیگئی کہ اسکو پورے طور پر مخفی رکھا جائے اُسوقت تک کہ خود ملک معظم اپنی زبان جوہر فشان سے اپنے دہلی کے قیصری تخت پر سے اس کا اعلان فرمادے۔ اس کے اخفاء میں ایک مصلحت تو یہ تھی کہ سب سے پہلے اس کا اعلان خود ملک معظم کی ہی طرف سے ہو تا اُسکا اثر لوگوں کے دلوں پر پڑے اور اس چونکا دینے والی خبر کا بادشاہ عالیجاہ کی زبان درفشان سے نکلنا شاہی جلسہ کی عظمت کو دوبالا کردے دوسرا فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہ بھی مدنظر رکھا گیا تھا کہ اگر اس تجویز کی خبر حضور وائیسرائے۔ وزیر ہند اور اُن کے خاص مشیروں کے علاوہ بیرونی دنیا تک پہنچائی گئی تو خطرہ تھا بلکہ یقین تھا کہ اس کے برخلاف مدبران ملک اور پارلیمنٹ کے ممبروں کی طرف سے اسقدر سخت مخالفت ہوگی اور اسقدر اعتراضات کی بوچھاڑ برسے گی کہ یہ تجویز کامیاب نہ ہوسکے گی۔ اس لیئے اس تجویز کو نہایت احتیاط کے ساتھ چھپایا گیا اور اُس لمحہ تک جبکہ خود شاہ انگلستان نے اپنے دربار کے خاتمہ پر اپنے تخت شاہی سے اس کا اعلان نہ کیا کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ جو بڑے بڑے امراء۔ وزراء۔ رؤسا۔ وغیرہم خود دربار میں موجود تھے اُن کو بھی اس آنیوالے اعلان کی ذرا بھر خبر نہ تھی۔ ہندوستان میں جس قدر گورنر۔ لفٹنٹ گورنر چیف کمشنر اور دیگر بڑے بڑے عالیشان حکام ہیں وہ سب اس خبر سے بے خبر تھے۔ ولایت میں سوائے وزیر ہند کے چند مشیروں کے باقی سب لوگ اس خبر کے متعلق بالکل تاریکی میں تھے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں تک کسی کو اس تجویز کی خبر نہ تھی۔ کُل دنیا اس سے بالکل ناواقف تھی۔ سُنا ہے کہ شاہی کمپ دہلی میں دربار کے دن صرف اتنا پتہ چلا تھا کہ آج ایک عظیم الشان امر واقعہ ہونیوالا ہے مگر یہ کہ وہ عظیم الشان امر کیا ہے اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ آخر جب دربار کا وقت آیا اور

ایک دنیا بادشاہ کے تخت کے سامنے جمع ہوئی اور ایک ایسا مجمع اکٹھا ہوا کہ ہند کی سرزمین میں ایسا مجمع پہلے اُمید نہیں کہ کبھی ہوا ہو۔ اور شاہی اعلان سنائے گئے اور تمام رسومات بڑے جاہ و حشم کے ساتھ ادا ہوئیں اور جو انعامات اس موقعہ کے لیئے تجویز کیئے گئے وہ حضور وائیسرائے نے شاہی تخت کے آگے کھڑے ہوکر قیصر ہند کے حکم سے اُس عالیشان مجمع کے سامنے پڑھکر سنائے۔ ان سب رسومات کے بعد جب جلسہ کے اختتام کا وقت آیا اُسوقت کنگ جارج دی ففتھ۔ ایمپرر آف انڈیا بذات نفیس خود اپنے قیصری تخت کے سامنے کھڑا ہوا اور اُس وقت اُس نے اُن نوابوں راجاؤں گورنروں۔ جرنیلوں۔ کرنیلوں۔ فوجی سپہ سالاروں۔ وزیروں۔ امیروں کے اُس بے نظیر مجمع کے سامنے اپنی مبارک زبان سے ایک اعلان کیا۔ وہ اعلان کیا تھا وہ وہی اعلان تھا جو اس دربار سے ٹھیک پانچ سال دس ماہ قبل خدا کے خلیفہؑ نے اپنے دارالخلافت قادیان دارالامان سے شائع کیا تھا کہ **پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی**۔ پہلے سب اعلان اُسکی طرف سے اُس کے نائب السلطنت نے کیئے مگر جب اس اعلان کی باری آئی جس کے لیئے زمین و آسمان کے بادشاہ نے یہ سارا سامان کیا تھا اور جس کے لیئے خود ملک معظم کو حقیقی شہنشاہ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب اس اعلان کی باری آئی تو ملک معظم نے پسند نہ کیا کہ اس آلٰہی پیغام کو وہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی ہند کی رعایا کو پہنچائے۔ اس لیئے شاہ انگلستان قیصر ہندوستان نے اس اعلان کو خود اپنی زبان سے ادا کیا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کے نشان کو اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اس لیئے کیا تاکہ اُس کے نشان کی عزت ہو اور اُس کے صادق مسیح کی شان دنیا پر ظاہر ہو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کا اسقدر اکرام کیا کہ اُس کے مُنہ کی بات کو ایک ایسے عظیم الشان انسان کے ہاتھ سے پورا کیا جو آج دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہے جس کی سلطنت اسقدر وسیع ہے کہ اسپر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا اور جیسا کہ اُس کی سلطنت دنیا کے کُل حصوں پر

پھیلی ہوئی ہے اسی طرح اُس کا اعلان جو اُس نے دہلی کے پایۂ تخت سے بے نظیر شان و شوکت کے جلوس کے موقعہ پر کیا اور جو خدا کے مسیحؑ کے نشان کو پورا کرنے والا اعلان تھا دنیا کے کُل گوشوں پر سچ مُچ برقی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ ملک معظّم نے اپنی تخت سے جس چونکا دینے والی خبر کا اعلان فرمایا وہ یہ تھی کہ آج سے مَیں اپنے وزراء کے مشورہ کے بعد اس شہر کو جہاں مَیں اس وقت کھڑا ہوں بجائے کلکتہ کے ہندوستان کا پایۂ تخت مقرر کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں یہ تبدیلی کیجاتی ہے کہ مشرقی و مغربی بنگال آیندہ کے لیئے ایک ہی صوبہ ہوگا جس پر بجائے لفٹنٹ گورنر کے گورنر حکومت کرے گا۔ آسام ایک علیحدہ صوبہ ایک چیف کمشنر کے ماتحت ہوگا اور بہار۔ اوڑیسہ۔ چھوٹا ناگپور ایک جدا صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت ہوگا۔‘‘ چونکہ کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ تقسیم بنگالہ کے متعلق جو پہلے حکم جاری کیا گیا تھا اس میں کوئی تبدیلی کیجاوے گی کیونکہ گورنمنٹ پہلے ہر دو وائیسرائے یکے بعد دیگرے اور وزیر ہند بار بار اس بات سے انکار کر چکے تھے کہ اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی کی جاوے اور اس فیصلہ کو قطعی الفاظ میں آخری فیصلہ کہہ چکے تھے۔ اس لیئے جب اس مجمع نے اس حیرت انگیز خبر کو سُنا تو وہ ششدر رہ گئے اور گورنمنٹ کے بڑے بڑے عہدہ دار جن کو اس آنیوالی تبدیلی کی ہوا بھی نہیں پُہنچی تھی وہ حیرت کے گرداب میں غرق ہو گئے اور جب بادشاہ کا یہ اعلان اُسی تاریخ کو پارلیمنٹ میں سنایا گیا تو سب ممبروں پر ایک سنّاٹے کا عالم چھا گیا اُن کی اُسوقت کی حالت کا پورا پورا نقشہ کھینچنا میرے قلم کی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک طرف تو اُن کی طبیعت میں ایک اُبال اُٹھتا تھا کہ یہ کیا غضب ہوا۔ جس فیصلہ کو گورنمنٹ بار بار آخری اور قطعی فیصلہ کہہ چکی تھی اُسپر ایک دم میں پانی پھیر دیا گیا۔ اور جو کارروائی گورنمنٹ نے بڑے عزم اور بڑے استقلال کے ساتھ کی تھی اور جسپر وہ ابتک ایسے زور سے قائم تھی اُس کو ایک ہی آن میں نابود کر دیا گیا۔ دوسری طرف ایک زبردست طاقت تھی جو انکو زبان کھولنے سے روکتی تھی۔ یہ کلمے اگر کسی وائیسرائے یا کسی وزیر کے مُنہ سے نکلے ہوتے تو وہ اُنکو یک قلم فوراً منسوخ کر کے پہلے حکم کو قائم رکھتے مگر وہ کسی معمولی انسان کی زبان نہ تھی

جس سے یہ کلمات نکلے تھے وہ انگلستان کے بادشاہ اور ہندوستان کے قیصر کی زبان تھی جس نے یہ تہلکہ ڈالنے والے الفاظ بولے تھے اور شاہی عزت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کے اعلان کے مقابل میں مخالفت کی آواز اُٹھائی جائے۔ مگر پھر بھی طبیعتوں میں اس قدر جوش تھا اور سینوں میں اس قدر ولولہ تھا کہ بادشاہی عزت کا پاس اور ادب بھی اُن کو زبان کھولنے سے روک نہ سکا۔ بعض نے تو غضب میں آکر کہا کہ ایسی اندھا دھند کارروائی روس میں بھی نہیں ہوسکتی لارڈ کرزن بھی اُس وقت پالیمنٹ میں موجود تھا اُس کی زبان بھی اُس وقت بجلی کی طرح چمکی۔ لارڈ منٹو بھی موجود تھا اُس نے بھی سخت وار کیا مگر کیا ہوسکتا تھا۔ بعض ممبروں نے اُس وقت اُٹھکر کہا کہ یہ بات اب بادشاہ کے مُنہ سے نکل چکی ہے۔ اس لیئے وہ اب واپس نہیں ہوسکتی۔ پارلیمنٹ کے ممبروں نے اعتراض کیا کہ یہ سب کارروائی سلطنت برطانیہ کے قانون کے بالکل برخلاف ہے۔ ہمارے مسلمہ قوانین اور قدیمی رواج کو پاؤں کے تلے روندا گیا ہے اور حضور وائسرائے اور وزیر ہند نے ایک باریک حکمت عملی سے کام لیکر ایک خلاف ضابطہ کارروائی کی ہے اور بادشاہ کی ذات کے پیچھے پناہ لے کر اپنے تئیں مخالفوں کے حملوں سے بچا لیا ہے۔ آخر یہ کہکر ممبروں کی زبانوں کو روکا گیا کہ حضور قیصر ہند ابھی ہندوستان میں تشریف رکھتے ہیں اس لیئے مصلحت ملکی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایک ایسی بات پر جرح کیجاوے جو اُن کے مُنہ سے نکلی ہے۔ ہندوستان میں عوام الناس سلطنت برطانیہ کے قواعد سے آگاہ نہیں۔ چونکہ انگلستان کے لوگ قوانین ملکی سے پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں اس لیئے وہ جانتے ہیں کہ ایسے اعلان اگرچہ بظاہر بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر در اصل ان اعلانوں کے ذمہ وار اُس کے وزراء ہوتے ہیں اس لیئے اُس ملک میں آزادی سے ایسے اعلانوں پر جرح ہوتی ہے اور اس میں کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ ایسا کرنے میں بادشاہ سلامت کی کوئی ہتک ہے۔ بلکہ یہ ایک معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایسی جرح بادشاہ پر نہیں بلکہ اُس کے وزراء پر ہے جو ایسے اعلانوں کے ذمہ وار ہیں۔ مگر ہندوستان کے حالات مختلف

ہیں۔اس ملک کے عام لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے۔اُن کے خیالات بادشاہ کے متعلق پُرانے قسم کے ہیں اور بادشاہ کی ذات اُن کی نظر میں ایک خاص عزت اور منزلت رکھتی ہے۔اگر پارلیمنٹ بادشاہ کے اعلان پر خصوصاً اُس اعلان پر جو اُنہوں نے تخت نشینی کے موقعہ پر اپنی رعایائے ملک ہند کو سنایا سخت نکتہ چینی کرتی تو ہند کی رعایا جو ایسی باتوں کی عادی نہیں اس میں بادشاہ کی ہتک سمجھتی۔اگرچہ بادشاہ سلامت کے اعلان میں کمال عقلمندی اور دُور اندیشی سے وزراء کے مشورہ کا ذکر کر کے اس امر کو نہایت لطافت کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اس اعلان کے ذمہ وار در اصل وزراء ہیں مگر ہندوستان کی عام پبلک ایسے اشاروں کے سمجھنے کا مادہ نہیں رکھتی۔اور اگر حضور ملک معظم کے اعلان پر پارلیمنٹ میں سخت حملے ہوتے خصوصاً ایسے وقت میں جب ہندوستان کی وہم پرست قومیں اُن کے تخت کی پوجا کر رہی تھیں اور اُنکے قدموں کی گرد کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا اپنے لیئے فخر سمجھتی تھیں تو ضرور ایسے حملوں کا اثر ہندوستان کی ناخواندہ پبلک پر اچھا نہ ہوتا۔اس لیئے اُسوقت تو اس اعلان پر زیادہ لے دے کرنا مناسب نہ سمجھا گیا اور اس بحث کو ملتوی کیا گیا۔مگر جو لوگ قوانین سلطنت برطانیہ سے آگاہی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جن بعض بڑے بڑے امور کا اعلان شاہی میں ذکر تھا اُنکو عملی جامہ پہنانے کے لیئے یہ امر لازمی تھا کہ اُس کے لیئے پارلیمنٹ کی حسب ضابطہ منظوری حاصل کیجاتی۔اس لیئے ضروری تھا کہ یہ امور باقاعدہ طور پر پارلیمنٹ میں پیش ہو کر پاس ہوں۔اس لیئے جب یہ امور پارلیمنٹ میں باقاعدہ منظوری کیلیئے پیش کیئے گئے تو ان کو ملک معظم کے اکرام اور اعزاز کی خاطر پاس تو کر دیا گیا مگر پاس کرتے ہوئے اس امر کو کُھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا گیا کہ یہ سب کارروائی سخت خلاف ضابطہ ہے مگر ایسے طریق سے اسکی منظوری حاصل کیجاتی ہے کہ اگر ہم اسکو ناپسند بھی کریں پھر بھی ہمیں چارو ناچار اس بل کو پاس ہی کرنا پڑے گا کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو بادشاہ سلامت کے مُنہ سے پہلے نکلوائی گئیں ہیں اور بعد میں ہمارے سامنے منظوری کے لیئے پیش کیجاتی ہیں۔اب یہ ایسی صورت ہے کہ ہم مجبور ہیں کہ اس بل کو پاس کریں۔ایک طرف ہماری زبانوں کو بند کر دیا

گیا ہے دوسری طرف ہم سے منظوری کی درخواست کیجاتی ہے یہ عجیب پیچ ہے جس میں ہم ڈالے گئے ہیں اسلیئے ہم اس بل کو پاس تو کر دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ہم اپنی نارضامندی کا اظہار بھی نہایت ہی پرزور الفاظ میں کرتے ہیں تا یہ امر بطور یادگار کے آنیوالی نسلوں میں محفوظ رہے کہ ہمارے نزدیک سخت بے ضابطگی سے کام لیا گیا ہے اور یہ کہ بل کو صرف بادشاہ مکرم کی تکریم و تعظیم کی خاطر پاس کیا گیا ہے۔ اس بل کی مخالفت میں جو جو تقریریں کی گئیں اُن میں لارڈ کرزن کی تقریر آئندہ نسلوں میں بطور یادگار کے قائم رہنے والی ہے۔ لارڈ کرزن فن تقریر میں آج ایک عالمگیر شہرت رکھتا ہے مگر خود اُس کی اپنی تقریروں میں کوئی ایسی تقریر نہیں ملے گی جو اُس کی اُس تقریر کے ہم پلّہ ہو جو اس نے دہلی دربار کے عظیم الشان واقعہ کی مخالفت میں کی۔ اور جو جواب اس تقریر کا وزیر ہند کی طرف سے دیا گیا وہ اس کے مقابل میں بالکل ناقابل اطمینان تھا۔ مگر باوجود ان مخالفتوں کے جو کام ہونیوالا تھا وہ ہو گیا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔

مَیں نے یہ ساری تفصیل اس لیئے کی ہے تا ناظرین کو معلوم ہو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کو کس طرح پورا کیا پہلے اس معاملہ کو کامل مایوسی تک پہنچا دیا یہانتک کہ کوئی ایسا سینہ باقی نہ تھا جس میں یہ اُمید باقی رہی ہو کہ بنگالیوں کی مراد پوری ہو گی✣۔ خدائے تعالیٰ نے مایوسی اور نا اُمیدی کو اس لیئے بڑھا دیا تا کہ اُسکا نشان اور بھی چمکے۔ اگر امید باقی رہتی تو یہ نشان ایسا عظیم الشان نہ ٹھہرتا۔ پھر پورا بھی اُس کو عجیب طریق سے کیا۔ اور ایسے اسباب پیدا کیئے جن کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ کیا کسی بنگالی یا غیر بنگالی کے سر میں یہ خیال کبھی گذرا تھا کہ خدا خود بادشاہ کو ہندوستان میں بھیجکر اُس کے مُنہ سے یہ جان فزا خبر اُنکو سنائے گا۔ بلکہ خود بابو سرندرا ناتھ بینر جی کو بھی جس کو ہر وقت تقسیم بنگالہ کے ہی خواب آتے رہتے تھے کبھی یہ خیال نہ گذرا ہو گا۔ کہ خود شاہ انگلستان قیصر ہندوستان اپنی دار السلطنت لنڈن سے آکر اُس کو بذاتِ خود یہ بشارت سنائیگا کہ تیری خواہش پوری ہوئی اور تیری مراد بر آئی۔ غرض خدائے تعالیٰ نے اپنے اُس کلام کو پورا کرنے کے لیئے جو اُس نے اپنے خلیفہ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا تھا ایسے اسباب پیدا کیئے جو انسانی اُمیدوں سے بالاتر اور بالکل وہم و گمان سے برتر تھے۔ ظاہری حالات ہر طرف سے یاس کا فتویٰ دیتے تھے

✣ دربار سے صرف چند روز ہی پہلے پاؤنیر نے اس خیال کی مخالفت کرتے ہوئے کہ شائد دربار کے موقعہ پر تقسیم بنگالہ کی تنسیخ یا ترمیم ہو جائے لکھا کہ یہ ایک بیہودہ خیال ہے۔ بادشاہ کو قانون کے رو سے یہ اختیار ہی حاصل نہیں

کہ وہ خود کوئی ایسا حکم دے سکے۔ اور نہ گورنمنٹ ہند ایسا فیصلہ کر سکتی ہے۔ یہ خیال نہایت ہی بیہودہ اور ایسا خیال کرنیوالا پاگل ہے۔ منہ

اور کوئی ایسی صورت انسانی دماغ تجویز نہیں کرسکتا تھا جس سے گورنمنٹ دونوں بنگالوں کو
پھر ملاکر بنگالیوں کے دلوں کو خوش کرے۔ مگر غیب سے۔ ہاں بالکل غیب سے خدائے تعالیٰ
نے اُمید کا ایک دریچہ کھولا اور ایک ایسی سمت سے کامیابی کی خوشخبری لانے والی نسیم
چلائی جس طرف کسی متنفس کا وہم خواب میں بھی نہیں گیا تھا۔ یہ کیسی پوشیدہ بات تھی
اور انسانی آنکھوں میں کیسی اَنہونی جسکو خدا کے برگزیدہ مسیح موعودؑ نے آسمان سے خبر پاکر
پانچ سال قبل شائع کیا پھر دیکھو کیسی حیرت انگیز طرز سے خدائے تعالیٰ نے اس اَنہونی بات
کو پورا کردیا۔ دیکھو پارلیمنٹ کے اراکین نے اور سلطنت کے مدبروں نے شاہی اعلان
کے بعد کیسی خفگی ظاہر کی اور کسطرح اُن شخصوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کیئے جو اس اعلان کے
ذمہ وار تھے۔ انہوں نے کہا ایسی اندھا دھند کارروائی تو روس میں بھی ہونی ناممکن ہے
یہ ہماری سلطنت میں کیونکر ہوگئی۔ انہوں نے کہا یہ ایک خلاف ضابطہ کارروائی ہے
جس میں ملک کے قوانین کو پاؤں کے تلے روندا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر ہند اور ہندوستان
کے وائسرائے نے ایک ناجائز کارروائی کرکے بادشاہ کی ذات کی آڑ میں پناہ لے کر
اپنے تئیں بچالیا ہے۔✣ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک ایسے پیچ میں ڈالدیا گیا ہے کہ سوائے
اس کے کہ بادشاہ کے اعلان کے مطابق ہم نئی تجاویز کو پاس کردیں ہم کچھ نہیں کرسکتے۔
ایک طرف ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ بات بادشاہ کے مُنہ سے نکل چکی ہے۔ یہ اب واپس نہیں
ہوسکتی کیونکہ ایسا کرنا ہندوستانی رعایا پر خطرناک اثر ڈالے گا اور ملک معظم کی عزت کو ہندوستانی
رعایا کی نظر میں کم کردے گا اور دربار بجائے ایک برکت ثابت ہونیکے ہماری سلطنت کیلئے
منحوس ثابت ہوگا۔ دوسری طرف ہمیں کہا جاتا ہے کہ ان تغیرات کو باقاعدہ منظور کرو۔
اب ہم منظور نہ کریں تو کیا کریں دیکھو خدائے تعالیٰ نے اپنی بات کو کس طرح پورا کیا باوجودیکہ
ارکان سلطنت تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے سخت مخالف تھے اور بار بار یہ
اعلان ہوچکا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو بنگالی ہزار دفعہ اپنا سر پٹخیں۔ اس تقسیم میں کوئی ترمیم و
تنسیخ نہ ہوگی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے کام عجیب اور اُس کی قدرت نرالی ہے۔ اُس نے
انہی اراکین کو ایسا جکڑا اور ایسے پیچ میں ڈالا کہ انہی انکار کرنے والوں نے اپنے ہاتھوں

✣ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایسی کارروائی ہے جس سے گورنمنٹ کی کسی کارروائی پر کوئی اعتبار
نہیں رہتا۔ منہ

سے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ نیا انتظام جس کے رو سے دو بنگال کسیقدر ترمیم کے ساتھ پھر ایک کر دیئے گئے ہیں منظور ہے۔ ہاں کیوں منظور نہ ہو۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو آسمان پر احکم الحاکمین کئی سال پہلے کر چکا تھا۔ زمینی پارلیمنٹ نے اس کا بہت مقابلہ کیا اور اس کے روکنے کے لیئے اپنا سارا زور لگایا مگر **بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟** آخر پارلیمنٹ نے مجبور ہو کر وہی فیصلہ کیا جسکی خدا کا خلیفہ کئی سال پہلے خبر دے چکا تھا۔ بس خدا کی بات پوری ہوئی اور دنیا میں خدا کے مسیح کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک

جب ہم اُس وحی الٰہی کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو ہمارا ایمان اور بھی ترقی کرتا ہے۔ اُس پاک وحی کے اصل الفاظ یہ ہیں **پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اُنکی دلجوئی ہوگی۔** اس الہام میں پہلے کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ اس کے بعد ایک دوسرا حکم جاری کیا جائے گا جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی۔ اور وہ دوسرا حکم بھی اُسی امر کے متعلق ہوگا جس کے بارے میں پہلا حکم جاری کیا گیا تھا یعنی بنگالہ کی تقسیم کے متعلق۔ یہ دلجوئی کسی اور ذریعہ سے نہیں بلکہ اُسی تقسیم بنگالہ کے متعلق ایک دوسرے حکم کے ذریعہ ہوگی۔ پہلا حکم جو بنگالہ کی نسبت دیا گیا تھا وہ ایسا تھا جس سے بنگالیوں کے دل کو رنج پہنچا تھا۔ دوسرا حکم ایسا ہوگا جس سے پہلا رنج دُور ہوگا اور اُس میں بنگالی قوم کی دلجوئی مدِّنظر ہوگی الہام کے الفاظ میں کسی ایسی دلجوئی کا ذکر نہیں جس کو پہلے حکم سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ ایسی دلجوئی کا ذکر ہے جو پہلے حکم میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کے ذریعہ حاصل کیجائیگی پھر دوسرا امر جو اس کلام ربّانی سے مترشح ہوتا ہے یہ ہے کہ پہلا حکم کلی طور پر منسوخ نہ ہوگا یعنی ایسا نہ ہوگا کہ گورنمنٹ کھلے الفاظ میں یہ حکم دے کہ جو پہلے بنگالہ کی نسبت حکم جاری کیا گیا تھا وہ واپس لیا جاتا ہے اور جیسا بنگال کی تقسیم سے پہلے حالت تھی وہی حالت پھر بحال کی جاتی ہے۔ ایسا نہ ہوگا۔ دوسرا حکم بنگال کو اُس کی پہلی حالت میں واپس نہیں کریگا اور اُس دوسرے حکم کا یہ مضمون نہ ہوگا کہ بنگالہ کے جو دو ٹکڑے کیئے گئے تھے وہ پھر اُسی طرح دوبارہ جوڑ دیئے جاتے ہیں جس طرح کہ لارڈ کرزن کی تقسیم سے پہلے تھے دوسرے حکم میں بنگال کو اُس کی پہلی حالت میں بحال نہیں کیا جائے گا مگر وہ حکم اس قسم کا ضرور

ہوگا کہ اس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو جائیگی اور وہ خوش ہو جائیں گے۔ یعنی اس حکم میں ایک ایسی بات ہو گی جو اگرچہ بنگالہ کو اس طرح تو ایک نہیں کر دیگی جیسا کہ وہ لارڈ کرزن کے حکم سے پہلے تھا مگر وہ بنگالیوں کو ضرور خوش کر دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور ملک معظم نے وائسرائے اور وزیر ہند کے مشورہ کے مطابق ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی کے مشہور تاریخی مجمع میں جو حکم تقسیم بنگالہ کے متعلق دیا اُس میں یہ نہیں کہا گیا کہ بنگالہ آئندہ ایسا ہی ایک متحدہ صوبہ ہوگا جیسا کہ وہ لارڈ کرزن کے حکم سے پہلے تھا بلکہ اُس میں پہلی تقسیم میں ایک ایسی ترمیم کیگئی جس سے بنگالی بھی خوش ہو گئے مگر بنگال بھی پہلے کی طرح ایک صوبہ نہ رہا بلکہ وہ تین مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے تو صرف اُس کے دو حصے تھے۔ (۱) مشرقی بنگال و آسام اور (۲) مغربی بنگال۔ اب اس کے تین حصے کر دیئے۔ مشرقی بنگال کے صوبہ میں سے آسام کو الگ کر کے ایک نیا صوبہ بنا دیا گیا اور مغربی بنگال میں سے تین علاقے یعنی بہار اڑیسہ چھوٹا ناگپور ایک صوبہ میں وابستہ کیئے گئے اور بنگال خاص کے دونوں ٹکڑوں کو ایک کر کے بنگالیوں کی دلجوئی کی گئی۔ دیکھو پیشگوئی کے الفاظ میں آنیوالے واقعات کا کیسا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا۔ اور یہ بتلایا گیا کہ بنگالہ پھر ایک بھی نہ ہوگا اور بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہو جائیگی اور وہ دلجوئی کسی اور ذریعہ سے نہیں بلکہ اُس تقسیم بنگالہ کے بارے میں ایک نیا حکم جاری کرنے کے ذریعہ کیجائیگی۔ دلجوئی کے لفظ میں وہ دلجوئی بھی شامل ہے جو بنگال کے نئے صوبہ کو بجائے لفٹنٹ گورنر کے ایک گورنر دینے اور اس طرح اُن کے صوبہ کی حیثیت کو بڑھا دینے سے کی گئی۔ پھر ایک اور امر پر جب ہم غور کرتے ہیں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور بھی ہویدا ہو جاتی ہے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جو اعلان بادشاہ سلامت نے دہلی میں دیا وہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا بلکہ ایک تہلکہ خیز واقعہ تھا جس نے نہ صرف برطانیہ کی وسیع سلطنت میں بلکہ کُل دنیا میں اپنی عظمت کی وجہ سے ایک شور ڈالدیا دنیا میں بہت سے واقعات پیدا ہوتے ہیں مگر جلد ہی دنیا اُن کو بھول جاتی ہے مگر یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیگا اور کبھی نہیں بھولیگا اور جب کوئی مؤرخ سلطنت برطانیہ کی تاریخ لکھنے کے لیئے قلم

اُٹھائے گا تو وہ اس حکم کا ذکر ضرور کرے گا جسکے ذریعہ بنگالیوں کی دلجوئی کیگئی اور پھر ایک اور امر جو اس واقعہ کو عظیم الشان بناتا ہے وہ وہ حالات ہیں جن کے ماتحت یہ حکم سنایا گیا نہ صرف یہ حکم ایک عظیم الشان حکم ہے بلکہ وہ دربار جس میں یہ حکم سنایا گیا ایک تاریخی دربار ہے جو اس حکم کی عظمت کو اور بھی دوبالا کرتا ہے۔ پس جب ہم سوچتے ہیں کہ جس واقعہ کی خدا تعالیٰ نے قبل از وقت خبر دی وہ ایسا عظیم الشان واقعہ نکلا جو تاریخ کے صفحہ میں ہمیشہ یادگار رہیگا تو ہمارا ایمان اس الہام کی عظمت کی نسبت اور بھی بڑھتا ہے کیونکہ ہمیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ ایک ایسی ذات کا کلام ہے جس کو علم تھا کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک عجیب واقعہ ہونے والا ہے جو نہ صرف اس زمانہ میں کل عالم میں شہرت حاصل کرے گا بلکہ آئندہ زمانوں کی نسلیں بھی اس کو یاد رکھیں گی یہ واقعہ ایسا ہے جس نے ایک نئے زمانہ کی بنیاد ڈالی ہے اور تاریخ کے صفحہ کو پلٹ کر ایک نیا صفحہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا ہے اور ممکن ہے کہ اس سے آئندہ اور بھی ایسے ایسے مہتم بالشان نتائج پیدا ہوں جو اس واقعہ کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دیں اور آنیوالی نسلیں اُس الہام ربانی پر تدبّر کرکے اور بھی لذّت اُٹھائیں جس نے ایک ایسے واقعہ کی قبل از وقت خبر دی جس میں بڑے بڑے اور دُور تک پہنچنے والے نتائج مخفی تھے۔ غرض جس واقعہ کی نسبت قبل از وقت خبر دی گئی تھی اُس کا ایک نہایت ہی عظیم الشان واقعہ ثابت ہونا اُس الہام کی عظمت کو بڑھاتا اور اُس کی رونق کو دوبالا کرتا ہے اور اس سے ہمارا ایمان ترقی کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس خبیر نے یہ خبر پہلے سے دے رکھی تھی اُس کو اس واقعہ کی عظمت کا علم تھا اس لیئے اُس نے اپنی پیشگوئی کے لیئے اس واقعہ کو منتخب کیا۔ یہ واقعہ کئی عظمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اوّل ملکی طور پر زبردست حقیقتیں اسکے اندر شامل ہیں جنکی وجہ سے پولیٹیکل دنیا میں یہ واقعہ بڑی عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دوم۔ یہ اعلان خصوصًا اس وجہ سے عظیم الشان ہے کہ اس اعلان کا سنانے والا آج دنیا کے بادشاہوں میں سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ سوم۔ یہ اعلان معمولی طور پر نہیں سنایا گیا بلکہ ایک نہایت ہی عظیم الشان مجمع میں سنایا گیا جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ چہارم۔ اس اعلان نے ہندوستان میں ایک برقی اثر پیدا کیا۔ اور اس کا چرچا اُس دن کل ہندوستان میں کیا کل جہان میں پھیل گیا۔ پنجم۔ یہ اعلان ناگہانی طور پر تمام اُمیدوں کے برخلاف ہوا جس کو سنکر ایک جہان چونک اُٹھا۔

ششم۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان اعلان تھا جس نے اپنی عظمت کی وجہ سے خود دربار کی عظمت کو مات کر دیا اور جسقدر تقریریں اور اعلان شاہ انگلستان نے اپنے سفر ہندوستان اور دربار کے موقعہ پر کیئے وہ سب اس اعلان کے آگے فراموش ہو گئے اور لوگوں کو اور سب باتیں بھول گئیں۔

ہفتم۔ اس نے گورنمنٹ کے قطعی اور آخری فیصلوں کو ہبأ منثورا کر دیا۔ ہشتم۔ بڑے بڑے مدبران سلطنت کے منشا اور رائے کے برخلاف یہ اعلان ہوا۔ نہم۔ اس نے پارلیمنٹ کو بے دست و پا کر دیا۔

دہم۔ اس واقعہ کی ایک نہیں بلکہ دو ظاہری یادگاریں بھی قائم کی گئیں۔ ایک تو اس قیصری تخت گاہ کو ہمیشہ کے لیئے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا جس پر کھڑے ہو کر ملک معظم نے وہ اعلان ایک جہان کو سنایا۔ دوسرے دہلی شہر کے پاس ایک نیا پایۂ تخت کروڑوں روپیہ کے خرچ سے تیار کیا جاویگا جسمیں یہ کوشش کیجائیگی کہ وہ پرانے سلاطین کی بنا کردہ یادگاروں سے اپنی خوبصورتی اور شان میں کہیں بڑھ چڑھکر ہو۔ پس جب تک یہ دونوں نشان دہلی کی سرزمین پر قائم رہیں گے وہ نہ صرف اس اعلان کو یاد دلاتے رہیں گے جو ملک معظم نے ۱۲۔ دسمبر کے مبارک دن کو لاکھوں دنیا کے چیدہ انسانوں کے تاریخی مجمع کے سامنے سنایا بلکہ یہ دونوں نشان مسیح موعود علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے اُس عظیم الشان نشان کے لیئے بھی بطور یادگار کے ہونگے جو خدائے تعالیٰ نے شاہ انگلستان کو ہندوستان میں بھیجکر اُس کے ہاتھ سے ایسی عظمت اور شوکت کے ساتھ پورا کیا۔ پس بے شمار رحمتیں اور برکات اور سلام ہوں اُس احمدؐ پر جس کے ایک غلام کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ نے ایسا عالیشان نشان ظاہر کیا جو ایسی عظمت اور شان کے ساتھ پورا ہوا۔ مبارک وے جو اس نشان پر ایمان لاکر اپنے لیئے نجات کا سامان تیار کریں۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد کما صلیت علےٰ ابراھیم و علیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم بارک علیٰ محمد و علےٰ ال محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید ۔

اب میں پھر مسیحیوں کو مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ جس نشان کا میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ صرف ایک نشان ہے حضرت مسیح موعود علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار نشانوں میں سے جن میں سے ہر ایک ایسا بین نشان ہے کہ وہ سب بے بنیاد قصے اور

کہانیاں جو تمہاری کتابوں میں مسیح کی نسبت پائی جاتی ہیں اُس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں مگر تم نے یہود کی سنت پر قدم مارا اور اُنکی طرح اُس مسیح کے قبول کرنیسے انکار کیا جسکے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ نے ایسے زبردست نشان ظاہر کیئے۔ خدائے تعالیٰ نے تم پر اتمام حجت کردی ہے مگر آج اُسکو اپنے صادق کی صداقت ظاہر کرنے اور اپنے نبی اُمّی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کو دنیا پر کھولنے اور اپنی ہستی کا زور آور حملوں کے ذریعہ ثبوت دینے کا اسقدر جوش ہے کہ اگرچہ وہ کئی بار نشان دکھا چکا ہے مگر ابھی اُس نے بس نہیں کی۔ ابھی وہ اور عجائب در عجائب کلام دکھلاویگا اور زور آور حملوں سے اسلام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کریگا۔ آخر میں مسیح موعود علیہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی جو تمہارے مناسب حال ہے سنا کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور وہ پیشگوئی یہ ہے **یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پڑیگی جو بہت سخت ہو گی۔** واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

الہلال

اس نام کا ایک ہفتہ وار باتصویر رسالہ کلکتہ سے زیر ایڈیٹری جناب مولنا ابوالکلام صاحب آزاد شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ یہ ہندوستان میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ ہے جو انگریزی رسالوں کی طرز پر جاری ہُوا ہے۔ زبان نہایت فصیح۔ مضامین بہت دلچسپ۔ تصویریں بہت دلکش۔ ٹائیپ خوبصورت اور کاغذ بہت اچھا ہے۔ اس میں علمی مضامین۔ اسلام کے مشہور نامورں کے حالات۔ ایران۔ مراکش۔ اور طرابلس کے متعلق مضامین اور خبریں اور علاوہ اس کے عام اسلامی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اگر کاغذ۔ ٹائیپ۔ اور تصاویر کے اخراجات کو اور اُس محنت کو جو اس کے مضامین تیار کرنے میں خرچ کیجاتی ہے مدِ نظر رکھا جاوے تو ایک اشرفی بھی زیادہ قیمت نہ ہوتی مگر مولنا ابوالکلام صاحب نے کثرت اشاعت کی غرض سے اس کی قیمت صرف آٹھ روپیہ مقرر کی ہے اور طلباء سے اس سے بھی نصف۔ شائقین نمونہ کا پرچہ ۳ر کو منگوا کر رسالہ کی خوبی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مقام اشاعت ۷-۱ مکلاوڈ سٹریٹ کلکتہ +

رپورٹ ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جولائی ۱۹۱۲ء

یتامیٰ۔ آمد ما للعہ اور خرچ ما لعہ ہوا۔ اور مندرجہ ذیل احباب نے یا انجمنوں نے دس روپے یا اس سے زائد رقوم یتامیٰ کیلئے عطا فرمائیں۔ جماعت لائل پور عہ بابو محمد منور الدین بی۔ اے گورداسپور عہ جماعت فیروز پور عہ

زکوٰۃ۔ آمد ما لہ اور خرچ اہ ہوا۔ اس ماہ خدا کے فضل سے گذشتہ تحریک پر گذشتہ مہینوں کی نسبت خاصی آمد ہوئی۔ اور مندرجہ ذیل رقوم دس یا اس سے زیادہ کی ذیل کے احباب یا انجمنوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ بدر دین صاحب ہیڈ ماسٹر بکلوہ عہ۔ بابو فضل الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر داؤد خیل ضلع میانوالی عہ۔ منشی عطا محمد صاحب پاکپٹن عہ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سرسہ عہ۔ عبد المنان خان مالاکنڈ عہ۔ مستری محمد بخش صاحب کالا باغ عہ۔ جماعت جالندھر للعہ۔ منشی تصدق حسین و منشی علی مردان شاہ صاحب شاہ پور عہ۔ باقی تھوڑی تھوڑی رقوم آئیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ ذی استطاعت احباب کی خدمت میں التماس کیگئی تھی کہ وہ زکوٰۃ کا روپیہ اپنی اپنی جگہ پر خرچ کرنیکی بجائے یہاں مساکین مہاجرین نومسلموں مسافروں اور غریب طالب علموں کے خرچ کرنیکے لیئے بھیجتے رہیں تو یہ مد مقروض نہ ہوگی ؛

صیغہ اشاعت اسلام۔ ماہ جولائی کے آخر خریداران ریویو انگریزی میں ۹ کی بیشی ہوئی اور بابو فرزند علی صاحب نے تین۔ ملک غلام محمد صاحب نے دو جناب امام خان صاحب نے دو نئے خریدار دیئے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ بابو محمد صاحب ساکن لدھیانہ نے اصول اسلام یعنی لیکچر مولوی محمد علی صاحب جو الہ آباد پڑھا گیا تھا بادشاہوں کو بھیجنے کے لیئے اعلیٰ درجہ کا اپنے خرچ پر چھپوایا ہے۔ بابو صاحب کو غیر زبانوں میں اشاعت اسلام کا بڑا شوق ہے چنانچہ وہ وقتاً فوقتاً اس کار خیر میں حصہ لیتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی سعی میں برکت دے ؛

صیغہ تعلیم۔ اس صیغہ کی آمد ۱۲۴۲ روپیہ جنمیں ۲۱۸ روپیہ ماہواری امداد گورنمنٹ ۳۷۶ روپیہ فیس مدرسہ اور ۱۵۶ روپیہ فیس بورڈنگ اور ۴۷۳ روپیہ چندہ کا ہے باقی متفرق رقوم ہیں اور خرچ ۹۱۱ روپیہ ہے جنمیں ۸۰۰ روپیہ خرچ ہائی سکول اور باقی اسکی شاخوں کا ہے تعداد طلباء ہائی سکول ۳۳۲ اور بورڈر ۱۵۳ ہیں امتحان انٹرینس میں زیر تجویز لڑکا بھی پاس ہوگیا ہے ہائی سکول ۱۱۔ اگست سے ۲۵ ستمبر تک بسبب

موسمی تعطیلات بند رہیگا عمارت مدرسہ کی بنیادی اینٹ ۲۵ - جولائی ۱۹۱۲ء کو بروز جمعرات حضرت
خلیفۃ المسیح نے اپنے دست مبارک سے رکھی اسکے بعد آپ نے ہر سہ صاحبزادگان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو بھی ایک ایک اینٹ رکھنے کا ارشاد فرمایا - یہ اینٹیں تین جگہ یعنی وسط میں اور مشرق اور
مغرب میں رکھی گئیں اور چھ دفعہ بہت لمبی دعا کی گئی حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے لوگ تھے ابتدا میں
آپ نے بہت ہی مختصر تقریر فرمائی کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر اکیلا آدمی چالیس دن تک یا چالیس آدمی
ایک وقت میں ملکر کسی امر کے لیئے دعا کریں تو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے اسوقت ہم چالیس سے
بہت زیادہ ہیں خدا کی جناب میں سب ملکر دعا کرو کہ اس مدرسہ میں جسکی بنیادی اینٹ رکھنے کے لیئے
آئے ہیں بڑے بڑے نیک اور خادم دین لڑکے تعلیم حاصل کرکے باہر نکلیں اور گندے اور شریر
اور سیاہ کار لڑکے یہاں نہ آئیں اگر آئیں تو خدا ہدایت دے +

صیغہ تعمیر - عمارت بورڈنگ ہوس قریباً مکمل ہے۔ اسکے دروازہ کے کتبہ کیلیئے حضرت خلیفۃ المسیح
نے مندرجہ ذیل الفاظ تجویز فرمائے ہیں ماشاء اللہ - الحمد للہ الذی احلنا دار
المقامۃ من فضلہ - عمارت بورڈنگ کی بقیہ امداد کا چھ ہزار دو سو روپیہ جو گورنمنٹ نے
منظور کیا تھا وصول ہو گیا ہے گورنمنٹ کے جہاں ہم پر اور بہت سے احسان ہیں وہاں سلسلہ تعلیم میں ایک
یہ بھی احسان ہے جسکے لیئے ہم سب دل سے دعا کرتے ہیں کہ اس سلطنت کو اللہ تعالیٰ ہمارے سر پر
قائم رکھے اور اسکے ساتھ ہم اس گورنمنٹ کا اور جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے
ہیں - ہائی سکول کی ماہواری امداد مبلغ چوبیس سو روپیہ بابت سال گذشتہ کے لیئے درخواست
کی ہوئی ہے جو امید ہے کہ انشاء اللہ عنقریب منظور ہو کر ملجائیگی مولوی محمد علی صاحب افسر تعمیر کی عدم موجودگی
میں جو اڑھائی ماہ کیلیئے بوجہ علالت طبع کوہ مری تشریف لے گئے ہوئے ہیں اس صیغہ کے انچارج جناب
خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں - تعمیر مدرسہ شروع ہے ؛

دفتر محاسب - اس ماہ صدر انجمن کی کل آمدنی آٹھ ہزار پانچسو ستانویں روپے دس آنہ چھ پائی
اور خرچ نو ہزار پینسٹھ روپیہ ہوا - صیغہ مدرسہ احمدیہ کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہے اسپر خاص توجہ ہونی چاہیئے
کیونکہ زیادہ مقروض ہوتا چلا جاتا ہے - صیغہ متفرقات سے جو ایک ہزار روپیہ یونیورسٹی کو دیا گیا تھا
اسکی وجہ سے ابتک مقروض چلا جاتا ہے کیونکہ کسی ذریعہ سے یہ کمی پوری نہیں کی گئی - لنگر خانہ کا فنڈ
بھی عموماً مقروض رہتا ہے چندہ تعمیر کی وصولی کی طرف احباب کو خاص توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ عمارت کا کام شروع ہے اور آمدنی کی رفتار بہت دھیمی ہے ؛

خلیفہ رشید الدین قائم مقام سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

ترکی ٹوپی عموماً جسقدر ٹوپیاں آجکل ہندوستان میں ترکی یا رومی ٹوپی کے نام سے بکتی ہیں اٹلی اور آسٹریا کی ساخت ہوتی ہیں۔ ابتک مسلمانوں نے اسکی چنداں پروا نہیں کی مگر اب زمانہ کے حالات کے ماتحت مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ ٹوپیاں جو اسلامی نام سے مشہور ہیں اسلامی ممالک کی ساخت ہونی چاہئیں۔ اس ضرورت کو محسوس کرکے دہلی میں ایک ایجنسی کھولی گئی ہے جو مصر اور قسطنطنیہ کی ساخت کی ترکی ٹوپیاں فروخت کرتے ہیں۔ ہم نے بھی یہ ٹوپیاں دیکھی ہیں۔ عمدہ خوبصورت پائدار معلوم ہوتی ہیں۔ قیمت بھی دوسرے ممالک کی ٹوپیوں کی نسبت ارزاں ہے۔ مفصل حالات ایس۔ ایف۔ چشتی۔ اینڈ کمپنی منصل فتحپوری۔ چاندنی چوک دہلی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اظہار حق اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سے جو گرنتھ صاحب۔ جنم ساکھی تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور جنکے جابجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنیو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیاء کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنیکے لئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام کے پورے پابند تھے۔ تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اسکا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں۔ شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم ایڈیٹر نور کی تحقیقات سکھ مذہب کے متعلق جسقدر وسیع ہے ہمارے اکثر احباب سے پوشیدہ نہیں یہ کتاب شیخ صاحب کی محنت اور جانفشانی کا نتیجہ اور عجیب معلومات کا ذخیرہ ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ خالصہ قوم میں تبلیغ کا بھی بڑا عمدہ ذریعہ ہے۔ تقریباً دو سو صفحہ کی کتاب ہے مگر قیمت محض تبلیغ اور اشاعت کی غرض سے بہت کم یعنی صرف ۵ رہے۔ ملنے کا پتہ مینجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور

جواب اشتہار غلام سرور کانپوری منجانب صاحبزادہ محمد بشیر الدین محمود احمد سلمہ ربہ و اید۔ سولہ صفحہ کا اشتہار۔ دو حصوں پر منقسم ہے پہلے حصہ میں ایک کانپوری اشتہار کا جواب ہے اس حصہ میں

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں چار یا پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کر سکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا؛

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت آنحضرت صلعم کی صداقت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جسمیں کمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کیگئی ہے اسلیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِنظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلئے بھی منگوائی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی عہ اور بیجلد کی ۱۲ار علاوہ محصولڈاک۔ جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں؛

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا